غایۃ الامکان فی درایۃ المکان

(حقیقتِ زمان و مکان پر بصیرت افروز رسالہ)

تصنیف

عین القضاۃ ہمدانی

(م ۵۲۵ھ)

تسوید و ترجمہ

لطیف اللہ

مکتبۂ ندیم

۲/۹ - ڈی - ۳ - ناظم آباد - کراچی

غایۃ الامکان فی درایۃ المکان

(حقیقتِ زمان و مکان پر بصیرت افروز رسالہ)

تصنیف

عین القضاۃ ہمدانی

(م ۵۲۵ھ)

تسوید و ترجمہ

لطیف اللہ

مکتبۂ ندیم

۲۸/۹ - ڈی - ۳ - ناظم آباد - کراچی

اشاعت ———— اوّل

تعداد ———— ایک ہزار

ناشر ———— مکتبۂ ندیم کراچی

طابع ———— احمد برادرس پریس۔ ناظم آباد، کراچی
ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

—— پتہ ——

مکتبۂ ندیم ۲۸/۹ - ڈی - ۳ - ناظم آباد کراچی

انتساب

میں اس تالیف کو حضرت اقدس مرشدی و مولائی مولانا ڈاکٹر غلام محمد دامت فیوضہم و برکاتہم کی ذات والاصفات سے معنون کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہے حضرت والا کے فیض صحبت ہی کا ثمر ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

بامیچ کارہ

لطیف اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از محترم ڈاکٹر رضی الدین صدیقی سابق وائس چانسلر قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد
و حال سکریٹری جنرل پاکستان اکیڈمی آف سائینسز اسلام آباد

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلم علماء نے علم و حکمت کے جن اہم اور مہتم بالشان مسئلوں پر اظہار خیال کیا اور تفصیلی رسالے اور کتابچے تحریر کئے ان میں زمان و مکان کا مسئلہ بھی شامل ہے۔ اس سوال کی اہمیت کے متعلق علامہ اقبال اپنے خطبات میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اسلامی تہذیب کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خالص ذہنی مسائل ہوں یا مذہبی نفسیات یعنی تصوف کے مسائل ہوں، سب کا نصب العین اور مقصود یہی ہے کہ لامحدود کو محدود کے اندر سمو لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جس تہذیب کا یہ مطمح نظر ہو اس میں زمان و مکان کا سوال درحقیقت زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

(خطبات ص ۱۸۴)

انہی علمی تحریروں میں پیش نظر رسالہ بھی ہے جو زمان و مکان سے متعلق

ہے اور جس کو جناب محمد لطیف اللہ صاحب نے ترتیب دے کر اپنے مقدمہ اور کتاب کے ترجمہ کے ساتھ بغرض اشاعت تیار کیا ہے۔ ساتھ ہی اس سلسلہ میں ایک بڑی دلچسپ حقیقت یہ سامنے آئی ہے کہ یہ کتاب جو تقریباً ۹۰۰ سال قبل لکھی گئی تھی حال حال تک اس کے نام اور مصنف کے متعلق علمی دنیا بڑی غلط فہمی کا شکار رہی۔ کہا جاتا تھا کہ اس کا نام "غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان" اور اس کے مصنف کا نام کسی نے تاج الدین محمود بن خداداد اشنوی بتایا اور کسی نے اس کو مشہور صوفی شاعر فخرالدین عراقی کی تصنیف کہا۔ لیکن ابھی چند سال قبل انکشاف ہوا ہے کہ کتاب کا اصل نام

"غایۃ الامکان فی درایۃ المکان"

ہے اور اس کے مصنف عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیانجی ہمدانی ہیں جناب لطیف اللہ صاحب نے اپنے مقدمہ میں کتاب اور مصنف دونوں کے نام سے متعلق خارجی اور داخلی شہادتیں بڑی تفصیل سے فراہم کی ہیں جس سے ان کے وسیع اور عمیق مطالعہ کا پتہ چلتا ہے اور جو ان کا قابل قدر کارنامہ ہے۔

ان چند ابتدائی کلمات کے بعد اب میں اصل کتاب کے متعلق کچھ عرض کروں گا زمان و مکان کے الفاظ سن کر عام طور پہ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید اس کتاب میں مظاہر فطرت کے متعلق کچھ بحث ہو لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ پوری گفتگو حق تعالیٰ کی ذات اور صفات سے متعلق ہے کہ ان کی بابتہ زمان و مکان کی تشبیہ و توجیہہ سے کیا مراد ہوتی ہے کیونکہ " اس سرالاسرار کی شناخت ہی معرفت کے خزانوں کی کنجی ہے اور مالک الملوک کی بارگاہ تک رسائی کا ذریعہ ہے" مصنف نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ معرفت کے یہ اسرار بیان میں

نہیں آسکتے لیکن اس کے متعلق اس کتاب کی وجہ تصنیف یہ ہوئی کہ" ایک دفعہ بر سبیل تذکرہ جب گفتگو زوروں پر تھی ہماری زبان سے نکل گیا کہ لفظ مکان احادیث میں آیا ہے اس کا انکار نہ کرنا چاہیئے لیکن ہر چیز کا مکاں پہچاننا چاہیئے تاکہ تشبیہہ کا گمان باقی نہ رہے"۔ مصنف کہتے ہیں کہ اس بات کو مخالفین نے بہانہ بنالیا اور ان پر تشبیہہ کا الزام لگا کر کفر کا فتویٰ دے دیا اس لیئے انہوں نے مجبوراً اپنی برأت کے لئے تفصیل کے ساتھ اس نکتہ کی تشریح کا بیڑا اٹھایا - ایسے ہی موقعوں کے لئے غالب نے کہا تھا ؎

"ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادۂ و ساغر کہے بغیر"

سب سے پہلے مصنف توحید الٰہی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "وحدت ذات کے تقدس کی بلندیاں اس سے عظیم ہیں کہ اہل حال اس کے حال تک پہنچ سکیں چہ جائیکہ اہل فکر اس حقیقت کو پا سکیں - البتہ ایک توحید اور ہے جسے 'توحید الطف' کہتے ہیں جس کو حق تعالیٰ نے کمال رحمت سے انسانوں کے لئے قابلِ فہم بنایا ہے اور وہ تین قسم کی ہے - اول توحید قولی ہے جو عام مسلمانوں کی توحید ہے دوسرے توحید علمی ہے جو خواص کی توحید ہے اور تیسرے توحید عملی ہے جو خاص اخص الخواص حضرات کی توحید ہے"۔

توحید علمی زمان و مکان کی معرفت اور ان کی حقیقت کے علم پر موقوف ہے - جب تک کوئی شخص زمان و مکاں کی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتا وہ وحدانیت الطف سے کبھی واقف نہیں ہو سکتا اور جس نے زمان و مکاں کو نہیں جانا اس کے لئے یہ حقیقت جاننا بھی ناممکن ہے کہ حق عز و جل کسی شے کے ساتھ نہیں رہتے اور کوئی شے کسی طرح بھی ان کے ساتھ نہیں رہتی - اور وہ

شخص جو زمان و مکاں سے واقف نہیں اس کے لئے یہ جاننا بھی ممکن نہیں کہ حق تعالیٰ نہ عالم کے اندر ہیں نہ باہر، نہ عالم سے متصل ہیں نہ منفصل درانحالیکہ ہر ذرۂ کائنات ان کے بغیر اور ان سے دور نہیں۔

اسی طرح حق تعالیٰ کی اولیت و آخریت، ظاہریت و باطنیت کا جاننا بھی ممکن نہیں اور یہ کہ حق تعالیٰ بہ یک علم تمام لامتناہی معلومات کا علم رکھتے ہیں اور بہ یک قدرت تمام لامتناہی مقدورات کو وجود عطا فرما سکتے ہیں اور بہ یک سماعت تمام لامتناہی مسموعات کو سن سکتے ہیں اور بہ یک نگاہ ازل سے ابد تک تمام مرئیات کو دیکھ سکتے ہیں ان تمام رموز کا علم و معرفت بغیر حق تعالیٰ کے زمان و مکان کے علم و معرفت کے ممکن نہیں۔

مصنف بیان کرتے ہیں کہ مکان و زمان کی معرفت اور اس کا عرفان دراصل حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی وسعتوں کی معرفت ہے اور جس کسی کو مکان و زمان کا عرفان حاصل ہے وہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت سے زیادہ بہرہ مند ہے۔ پھر اس نکتہ کی تشریح کے لئے کہ حق تعالیٰ کا مکان ہے، " قرآن مجید کی آیات جو معرفت کے شواہد ہیں اور صحیح احادیث و آثار جو سنت و جماعت کی بنیاد ہیں اور اُمت کے اجماع کی دلیلیں جو ملت کے امور کے قواعد ہیں" بیان کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ وہ بھی کہتے ہیں کہ " وہ مکان جو حق تعالیٰ کی ذات مقدس کے لائق ہے، معنی اور حقیقت دونوں اعتبار سے جسمانیات اور روحانیت دونوں سے علیحدہ اور دور ہے اور وہ مکان ایسا ہے جس میں نہ طول ہے نہ عرض، نہ گہرائی ہے نہ بُعد اور نہ مُسافت ہے بلکہ تمام قرب ہی قرب ہے۔ اور عقلاً، وہماً، امکاناً اور وقوعاً

محال ہے کہ کوئی وہم اس تک پہنچ سکے یا کوئی فہم اس کو پا سکے یا کوئی عقل اسکے بارے میں "کتنا ہے" اور "کیسا ہے" معلوم کر سکے" اسلامی ادب میں ایسے ہی مکان کے لئے اصطلاح "لامکاں" مستعمل ہے۔

اس نکتہ کی وضاحت کے لئے وہ بتاتے ہیں کہ مکان کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم مادی اشیاء کے مکاں کی ہے جس کے پھر تین درجے ہیں۔ پہلے درجہ میں وزن دار اشیاء کا مکاں ہے۔ دوسرے درجہ میں ہوا اور اسی نوعیت کی ہلکی چیزوں کا مکاں ہے اور تیسرے درجہ میں نور یا روشنی کا مکاں ہے۔ یہ تینوں مکاں ایک دوسرے کے اس قدر قریب واقع ہیں کہ سوائے ذہنی تحلیل اور روحانی واردات کے ان میں اور کسی ذریعہ سے امتیاز نہیں کیا جا سکتا اس مکان میں فاصلے کا مفہوم معین ہوتا ہے۔

مکاں کی دوسری قسم غیر مادی ہستیوں یعنی ملائکہ وغیرہ کے مکاں پر مشتمل ہے اس مکان میں بھی فاصلہ کا ایک مفہوم موجود ہے کیونکہ اگرچہ غیر مادی ہستیاں پتھر کی دیواروں میں سے گذر سکتی ہیں تاہم وہ حرکت سے بالکل بے نیاز نہیں ہیں اور حرکت کے ساتھ فاصلہ کا مفہوم لازماً پایا جاتا ہے مکاں سے آزادی اور بے نیازی کا بلند ترین درجہ انسانی روح کو عطا ہوا ہے۔ مصنف کے نزدیک یہ تمام امور دلائل عقلی سے ثابت ہیں لیکن چونکہ عقل کا شیوہ معرفت نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس بحث کو ترک کر دیا ہے درحقیقت عقلی دلائل کی تو اس شخص کو ضرورت ہوتی ہے جو قلبی مکاشفات، باطنی مشاہدات اور روحی معائنات سے محروم ہو کیونکہ جب معرفت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے تو عقل کے چراغ کی روشنی باقی نہیں رہتی۔

مکان کی تیسری قسم ربانی یا الٰہی مکان کی ہے جس تک تمام مکان کے تمام

لامحدود اقسام سے گذر کر پہنچتے ہیں یہ مکاں ابعاد اور فاصلوں کی تمام قیود اور بندشوں سے آزاد ہے اور اس پر تمام لامتناہیاں آکر مرتکز ہوجاتی ہیں اس مکاں کا نہ طول ہے نہ عرض، نہ گہرائی ہے نہ بعد ومسافت، نہ بلندی ہے نہ پستی، وہ نہ دائیں طرف ہے نہ بائیں طرف، نہ پیچھے ہے نہ آگے - یہ ربانی مکان غایت درجہ بلند مکاں ہے۔ کسی مخلوق کو حق تعالیٰ کے ساتھ مکاں میں یا اس کے علاوہ کسی طرح بھی شرکت کا امکان نہیں ہے -

اسی طرح مصنف نے زماں کا ایک اضافی تصور لیا ہے۔ مختلف ہستیوں کے لئے جو خالص مادیت سے لے کر خالص روحانیت تک مختلف مدارج رکھتی ہیں زماں کی نوعیت مختلف ہے - مادی اشیاء کے لئے وقت آسمانوں کی گردش سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو ماضی حال اور مستقبل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اس وقت کی نوعیت اس قسم کی ہے کہ جب تک ایک دن ختم نہیں ہوجاتا دوسرا دن شروع نہیں ہوتا۔ غیر مادی ہستیوں کے لئے یہی ترتیب اور تسلسل موجود ہے لیکن وقت کا بہاؤ ایسا ہے کہ جو مدت مادی ہستی کے لئے ایک سال کی ہے وہ غیر مادی ہستی کے لئے ایک دن سے زیادہ نہیں -

غیر مادی ہستیوں کے نچلے طبقوں کو درجہ بدرجہ طے کرکے آخر میں ہم ربانی یا الٰہی وقت پر پہنچتے ہیں جو گذرنے یا بہاؤ کی خاصیت سے بالکل مبرا ہے اور اس لئے اس میں نہ تقسیم ہے نہ ترتیب اور تغیر۔ یہ دوام سے بھی بالاتر ہے۔ اور اس کا نہ آغاز ہے نہ انجام۔ یہی وہ وقت ہے جس کو قرآن کریم نے " ام الکتاب" کا لقب دیا ہے اور جس میں ساری تاریخ عالم علت ومعلول کے سلسلہ سے آزاد ہوکر ایک مافوق الدوام " اب " میں سما جاتی ہے -

اس طرح مصنف نے حق تعالےٰ کے متعلق زمان و مکان کی اصطلاحوں کے استعمال کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے لئے متعدد مثالیں اور دلائل پیش کیے ہیں جو منطقی سے زیادہ صوفیانہ نوعیت کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ربانی زمان و مکاں کے مسائل عالم شہادت یا طبیعی کائنات سے نہیں بلکہ عالم غیب سے متعلق ہیں اور ان پر انسانی عقل و خرد کے اصول پر بحث نہیں کی جا سکتی بلکہ وحی الٰہی کی روشنی میں معرفت حاصل کی جا سکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے :

"قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب
الا اللہ" (۲۷، ۶۵)

بہرحال جناب مترجم لطیف اللہ صاحب قابلِ تحسین و ستائش ہیں، انہوں نے اسلامی علوم کے ایک اہم ماخذ کو اردو زبان میں ترجمہ کرکے اصل فارسی متن کے ساتھ شائع کیا ہے جس سے اردو داں طبقہ بھی کما حقہٗ فیضیاب ہو سکتا ہے۔ حق تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائیں۔

محمد رضی الدین صدیقی
۲۶ر جنوری سنہ ۱۹۸۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم نذر صابری صاحب نے زمان و مکان کے موضوع پر ایک رسالہ بہ عنوان "غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان" مجلس نوادرات علمیہ اٹک کیمبل پور سے شائع کیا ہے۔ موصوف نے اس رسالے کے آغاز میں ایک مقدمہ انتہائی تحقیق اور محنت سے تحریر فرمایا ہے اور فی الوقت رسالۂ مذکور کے جتنے خطی اور مطبوعہ نسخے دستیاب ہیں ان کی تفصیل مہیا کی ہے نیز رسالے کے اصل نام اور حقیقی مصنف پر دلائل کے ساتھ اظہار خیال فرمایا ہے صابری صاحب کی تحقیق کے مطابق رسالے کا نام "غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان" اور اس کے حقیقی مصنف شیخ تاج الدین محمود بن خداداد اشنوی ہیں جو ساتویں صدی کے اکابر صوفیا میں تھے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا نذر صابری صاحب نے مذکورہ رسالے کی اشاعت کے سلسلے میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی کی ہے تاہم رسالے کے نام اور حقیقی مصنف کے سلسلے میں جس تنقیح اور کاوش کی ضرورت تھی وہ بوجوہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکی بنا بریں اس خصوص میں مزید تحقیق، غور و فکر اور مطالعہ کی ضرورت باقی رہتی ہے اس ضمن میں احقر نے جو طریقۂ کار اختیار کیا ہے اس کا اجمال یہ ہے۔

۱۔ پاکستان میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رسالۂ مذکور کی دریافت کا پس منظر بیان کیا جائے۔

۲۔ ...ا نذر صابری کے نقطۂ نظر کو ان کے تحریر کردہ پیش لفظ اور مقدمے کے ... میں پیش کیا جائے۔ اقتباسات کی صور... ت میں اپنی گزارشات پیش کر دی جائیں۔

۳۔ صابری صاحب سے اختلاف ...

۴۔ ممکنہ حد تک رسالے کا صحیح متن شائع کیا جائے اور ان حضرات کے لئے جو فارسی زبان سے کما حقہ واقف نہیں ہیں سادہ اور عام فہم زبان میں ترجمہ کر دیا جائے۔

۵۔ ضمیمے کے طور پر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی اور حضرت خواجہ محمد پارسا رحہم اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس سلسلے میں فرمایا ہے اسے بھی پیش کر دیا جائے تاکہ جو صاحب اس موضوع پر مزید تحقیق کرنا چاہیں ان کے لئے بھی یہ صورت کسی درجے میں مفید ہو سکے۔

اس سلسلے میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ آئندہ صفحات میں بعض امور کی وضاحت وصراحت سے متعلق طویل اقتباسات بطور شواہد پیش کئے جائیں گے، ہر چند کہ طویل اقتباسات کا مطالعہ بعض قارئین کے لئے باعثِ زحمت ہو لیکن اس زحمت سے غرض وغایت یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ سے متعلق امور تشنۂ تشریح نہ رہیں اور جو نقطۂ نظر پیش کیا جا رہا ہے اس کی تفہیم زیادہ وضاحت اور زیادہ صراحت سے ہو سکے۔

پس منظر۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو زمان و مکان کے مسئلے سے جو شغف اور تعلق رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ان کے فارسی اور اردو کلام میں جگہ جگہ اس مسئلے کے اخلاقی، روحانی اور مابعد الطبیعاتی پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے، فرماتے ہیں

تو کہ از اصلِ زماں آگہ نۂ — از حیاتِ جاوداں آگہ نۂ
زندگی از دہر و دہر از زندگی ست — لاتسبوا الدہر فرمانِ نبی ست
عشق سلطان است و برہانِ مبیں — ہر دو عالم عشق را زیر نگیں
لازمان و دوش و فردائے ازو — لامکان و زیر و بالائے ازو
لی مع اللہ ہر کرا در دل نشست — آں جواں مردے طلسمِ من شکست
گر تو می خواہی نباشم درمیاں — لی مع اللہ باز خواں از عینِ جاں
زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک — حدیثِ کم نظری قصۂ قدیم و جدید

نہ ہے زماں نہ مکاں لاالٰہ الا اللہ ——— خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری

کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں ——— اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا

اس مسئلے سے غیر معمولی دلچسپی اور انہماک کے سبب علامہ مرحوم نے اپنے عہد کے اکابر علماء اور صوفیاء سے مکاتبت کا سلسلہ قائم کیا۔ بشیر احمد ڈار صاحب کی تحقیق کے مطابق علامہ مرحوم نے حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور حضرت مہر علی شاہ گولڑوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم سے اس باب میں رہنمائی چاہی[1]۔ چنانچہ مولانا برکات احمد ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ " اتقان فی ماہیۃ الزمان " سید سلیمان ندوی قدس سرہٗ کے توسط سے اور زیرِ نظر رسالہ علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے علامہ اقبالؒ کو حاصل ہوا۔ لیکن بعض تسامح کی بناء پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ نظر رسالے کو مشہور صوفی اور شاعر فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۸۸ھ کی تصنیف خیال کیا بلکہ اورینٹل کالج لاہور کے سالانہ اجلاس ۱۹۲۸ء کے صدارتی خطبے میں اس کا اظہار بھی کیا[2]۔ تقریباً بیالیس سال تک علامہ مرحوم کا پیدا کردہ یہ تسامح جاری رہا اور ان کے حوالے سے جب بھی اس رسالے کا ذکر ہوا تو یہی کہا گیا کہ رسالۂ مذکور عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ تا آنکہ ۱۹۷۰ء میں بشیر احمد ڈار مرحوم نے اپنے مضمون " اقبال اور مسئلہ زمان و مکان " میں اس التباس کی تردید کی اور رسالے کے مطبوعہ نسخے کی نشاندہی کی ڈار صاحب فرماتے ہیں۔

" اقبال نے لفظ عراقی سے یہ قیاس کیا کہ اس رسالے کا مصنف مشہور صوفی فخر الدین عراقی ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جناب داؤد رہبر نے اس مقالے کا اردو ترجمہ کرتے وقت بہت کوشش کی، اس مخطوطے کا سراغ معلوم ہو انہوں نے اقبال کی کتابوں اور کاغذات کو چھانا، دار العلوم دیوبند کے

---

[1] بشیر احمد ڈار اقبال اور مسئلہ زمان و مکان ماہ نو اقبال نمبر [illegible] ۱۹۷۰ء
[2] ایضاً [illegible]

کتب خانے میں تلاش کروایا جو مجلسِ علمی ڈابھیل کو بطور عطیہ دیا گیا تھا لیکن وہ انہیں نہ مل سکا مگر خدا کا شکر ہے کہ اب یہ نسخہ اقبال اکیڈمی نے حاصل کر لیا ہے۔ یہ نسخہ مخطوطہ نہیں بلکہ مطبوعہ ہے۔ یہ عراقی کی تصنیف نہیں بلکہ عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیانجی الہمدانی کی ہے . . . .

اس کتاب کا مصنف "عین القضاۃ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا اصل نام عبداللہ بن محمد ہے۔ وہ ہمدان کا رہنے والا تھا۔ قیاس ہے کہ وہ ۴۹۲ھ مطابق ۱۰۹۸ء میں پیدا ہوا۔ مذہباً وہ اہل سنت اور شافعی تھا لیکن تصوف میں مغلوب الحال ہونے کے باعث معتوب رہا اس پر کفر کے فتوے لگے اور آخر کار اسی وجہ سے اسے پھانسی دے دی گئی . . . .
طریقت میں وہ شیخ احمد غزالی (برادر حجۃ الاسلام امام غزالی) کا مرید تھا۔"[1]

نذر صابری صاحب کے پیش لفظ اور مقدمے کے مندرجات سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ ۱۹۶۸ء میں رسالۂ مذکور سے پہلی مرتبہ اس وقت متعارف ہوئے جب وہ کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈی کی فہرست سازی کا کام سرانجام دے رہے تھے۔ اس کے بعد ۱۹۷۳ء میں جب وہ دوبارہ آستانۂ عالیہ مکھڈ حاضر ہوئے تو رسالہ مذکور کا مخطوطہ وہاں سے حاصل کیا اور کئی سال تحقیق و جستجو میں صرف کر کے بالآخر ۱۲ دسمبر ۱۹۷۸ء کو اس کام سے عہدہ برآ ہوئے[2]۔ یہ ان واقعات و حالات کا اجمالی خاکہ ہے جو مذکورہ رسالے کی دریافت سے متعلق برصغیر پاک و ہند میں ۱۹۲۸ء تا ۱۹۷۸ء پیش آتے رہے اور بقول نذر صابری وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسالے کو اس کے صحیح تناظر میں شائع کیا ہے[3]۔ آئندہ صفحات

---

[1] اقبال اور مسئلہ زمان و مکان — ماہِ نو اقبال نمبر اپریل ۱۹۷۷ء ص ۱۸۱

[2] غایت الامکان فی معرفت الزمان والمکان، شائع کردہ نذر صابری پیش لفظ ص ۲۱ مقدمہ صفحہ آخری

میں صابری صاحب کے اسی دعوے کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

صابری صاحب کے نقطۂ نظر کی تحقیق۔ نذر صابری صاحب پیش لفظ میں فرماتے ہیں:

"آج سے کوئی دس سال قبل کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈی کی فہرست سازی کے دوران ایک خطی نسخہ سامنے آیا اور جا اینجا ست کہنا ہوا دامنِ دل کھینچنے لگا۔ ۱۰×۶ کی تقطیع پر باریک خط نستعلیق میں ۳۲ صفحات کا یہ مخطوطہ جس پر کاتب کا نام اور سنِ کتابت درج نہیں اور آثار سے تین سو سال سے کم نظر نہیں آتا۔ مسئلہ زمان و مکان سے متعلق تھا۔ ترقیمہ نگار نے اس کا نام المکانیہ والزمانیہ لکھا اور عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیف ظاہر کیا تھا مگر تلاش بسیار کے باوجود نہ تو سید علی ہمدانی کے ہاں اس موضوع پر کسی رسالے کا پتہ چلا اور نہ ہی عین القضاۃ ہمدانی کی تصانیف میں کوئی نام و نشان ملا۔"[1]

"شروع شروع میں ہمارا خیال تھا کہ رسالہ ابھی تک شائع نہیں ہوا، و ہم اسے پہلی بار شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں مگر مطالعہ آگے بڑھا تو معلوم ہوا کہ رسالہ دو بار طہران سے شائع ہو چکا ہے پہلی بار ۱۳۱۱ ھ ش میں رسائل شاہ نعمت اللہ ولی اور دوسری بار ۱۳۴۱ ھ ش میں احوال و آثار عین القضاۃ میں تو گویا اشاعت میں تقدیم سے تو ہم محروم رہے مگر اس اعتبار سے کہ ہم رسالے کا متن مرتبہ بالا متداول اپنے صحیح تناظر میں شائع کر رہے ہیں الحمد للہ کہ ہمارا افتخار ہنوز اب بھی اپنی جگہ قائم ہے۔"[2]

مذکورہ اقتباسات سے مترشح ہوتا ہے کہ رسالے کی اشاعت سے قبل و طباعت

---

[1] غایت الامکان فی معرفت الزمان والمکان شائع کردہ نذر صابری ۱۹۸۴ء صفحہ ۱
[2] ایضاً ۶

کے دوران صابری صاحب کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ جس رسالے کو وہ شائع کر رہے ہیں اس کی تصنیفی نسبت عین القضاۃ ہمدانی سے بھی بیان کی گئی ہے لیکن انہوں نے اس پہلو کو زیادہ قابل توجہ خیال نہیں کیا بلکہ رسالے سے متعلق خطی نسخوں پر مبنی ان معلومات کو زیادہ اہمیت دی جو اس ضمن میں مختلف کتب خانوں نے فراہم کی ہیں اور جن کے فہرست نگاروں میں بلاشبہ احمد منزوی اور امتیاز علی عرشی جیسے بلند پایہ حضرات شامل ہیں لیکن غلطی اور سہو تو ہر انسان سے ممکن ہے علاوہ ازیں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کتب خانوں کے فہرست نگار دستیاب معلومات کو درج کرنے کے مکلف ہوتے ہیں تفصیلی تحقیق ان کے دائرۂ کار سے خارج ہوتی ہے لہٰذا کتب خانوں کی فراہم کردہ معلومات پر کُلّی اعتماد کی زیادہ گنجائش نہیں ہوتی بالخصوص اس صورت میں جب کہ کوئی مسئلہ ژولیدہ اور پریشان کُن ہو۔

یہ بات یقیناً قابلِ تحسین ہے کہ صابری صاحب نے خطی نسخوں سے متعلق فراہم کردہ معلومات پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ نفحات الانس، کشف الظنون، شد الازار، مجمل فصیحی اور تاریخ نظم و نثر در ایران کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ جن کا ذکر مناسب موقع پہ کیا جائیگا. لیکن اس تمام عمل میں جو بات قابل توجہ تھی وہ مسلسل نظر انداز ہوتی رہی یا کردی گئی اور وہ یہ تھی کہ حضرت تاج الدین محمود اور عین القضاۃ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کی دیگر تصانیف کا بھی مطالعہ کیا جاتا اور اُن تصانیف کے موضوعات، اسالیب، تخلیقی رویے اور شخصی رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اصل حقیقت تک رسائی حاصل کی جاتی۔ ان تمام امور کو مد نظر رکھنے کے باوصف یہ تو کہا ہی نہیں جا سکتا کہ نقص و خامی کے تمام امکانات معدوم ہو جاتے ہیں البتہ تحقیق کرنے والا حق و صداقت کے زیادہ قریں ہو جاتا ہے، بہرحال اس نوع کے مطالعے کی جو سعی و کوشش کی گئی ہے اسے قارئین آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

صابری صاحب نے مصنف رسالہ سے متعلق بحث کا آغاز ان الفاظ میں کیا ہے :۔

"صاحب رسالہ نے متن میں اپنے نام یا دیگر متعلقات کا کسی جگہ بھی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی رسالے کے زمان و مکان سے کہیں پردہ اٹھایا ہے ۔ اس بارے میں کچھ جو معلوم ہوتا ہے سو اتنا ہے کہ یہ رسالہ شیخ ابوالحسن خرقانی م ۴۲۵ھ کے زمانہ مابعد کی تصنیف ہے ۔ رسالے کے متن سے مصنف کی اس درجہ کنارہ گزینی اور خود نگہ داری سے بعض کم نظر کاتبوں کو کھل کھیلنے کا موقع ملا اور وہ اپنے ہی خیالات کی پرچھائیوں کے پیچھے بھاگتے نظر آنے لگے ۔ انہوں نے نہ صرف ترقیموں ہی میں گل کھلائے بلکہ تجاوزات سے تقدیس متن کو بھی داغدار کیا جس کے نتیجہ میں ان نسخوں پر انحصار کرنے والے اچھے اچھے ارباب تحقیق و تنقید بھی مغالطوں کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکے ۔ ہم یہاں بقدر ہمت و بصیرت ان مغالطوں کا فرداً فرداً مختصر مگر جامع تجزیاتی مطالعہ پیش کریں گے تاکہ ایک تو ہمارا یہ دعویٰ بے دلیل نہ رہے اور دوسرے رسالہ جب منظر عام پر اصل مصنف سے ہمکنار ہو تو اس کے گرد و پیش سے غلط نسبتوں کے تمام دھندلکے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہوں"[1]

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر صابری صاحب کے پیش نظر عین القضاۃ ہمدانی کی وہ تصانیف ہوتیں جو ایران کے ارباب علم و تحقیق نے بڑی محنت اور تلاش کے بعد شائع کی ہیں تو انہیں معلوم ہوتا کہ اپنے نام کے اظہار سے استغنا، اور اپنی ذات سے کنارہ گزینی عین القضاۃ ہمدانی کی ہر تصنیف میں نمایاں ہے لیکن جب وہ تکفیر، بے دینی اور ضلالت

---

[1] غایت الامکان فی معرفت الزمان والمکان شائع کردہ نذر صابری مقدمہ ص۲

کی تہمتوں سے متہم کئے گئے اور قوام الدین ناصر بن علی ابوالقاسم درگزینی کے حسد کا نشانہ بنے[1] تو قید خانے میں اپنی آخری کتاب "شکوی الغریب عن الاوطان الی علماء بلدان" اپنی برأت کے سلسلے میں تحریر کی اور اسی میں اپنی ان تصانیف کا ذکر کیا جو اس وقت اور اس حالت کرب و محن میں ان کے حافظے میں آئیں اگر ایسا نہ ہوتا اور وہ ایک عام آدمی کے مانند فطری موت سے ہمکنار ہوتے تو شاید ان کی اکثر تصانیف سے ہم سب ناآشنا ہوتے اور وہ تصانیف بھی امتداد زمانہ کے ہاتھوں دوسرے اشخاص سے منسوب ہوتیں۔ ڈاکٹر بہمن کریمی رسالہ یزداں شناخت کے دیباچے میں تحریر کرتے ہیں:

"معروف ترین مصنفات عین القضاۃ کتاب زبدۃ الحقائق است کہ بہ تمہیدات معروف گردید و دیگر شکوی الغریب کہ در حبس نگاشتہ و از آں یاد کردیم و ہمچنیں رسالات فارسی دیگری است از آں جملہ رسالہ یزداں شناخت[2]۔"

عین القضاۃ کی تصانیف میں معروف ترین تصنیف زبدۃ الحقائق ہے جو (کسی وجہ سے) تمہیدات کے نام سے معروف ہوئی اور دوسری تصنیف شکوی الغریب ہے جو قید خانے میں لکھی گئی اسی سے ہم نے ذکر کیا ہے اور اسی طرح کے دوسرے فارسی رسالے (عین القضاۃ کی تصنیف) ہیں انہیں میں سے ایک رسالہ یزداں شناخت ہے

---

[1] رحیم فرمنش ڈاکٹر احوال و آثار عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیانجی الہمدانی تہران ۱۳۳۸ش ص۱۲

ذیل میں عین القضاۃ ہمدانی کی اُن تصانیف کے نام دیئے جاتے ہیں جو ایران کے ارباب علم وتحقیق نے شائع کی ہیں اور جو معمولی کوشش کے بعد مطالعے کیلئے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

۱۔ رسالہ یزداں شناخت ۔ ڈاکٹر بہمن کریمی نے ۱۳۲۷ش میں تہران سے شائع کیا۔

۲۔ رسالہ لوائح ۔ ڈاکٹر رحیم فرمنش نے ۱۳۳۸ش میں تہران سے شائع کیا۔

۳۔ تمہیدات[1] ۔ احمد بن محمد کریم التبریزی نے ۱۳۳۲ش میں شیراز سے شائع کیا۔

۴۔ شکوی الغریب عن الاوطان الی علماء بلدان ۔ محمد بن عبد الجلیل نے مجلّہ آریا تیک میں ۱۹۳۰ء میں شائع کیا۔

قارئین کے مطالعے کے لئے مذکورہ تصانیف اور دیگر تصانیف سے متعلقہ اقتباسات اس وقت پیش کئے جائیں گے جب عین القضاۃ ہمدانی کی تصانیف کے موضوعات، ان کے اسلوب، تخلیقی روّیے اور شخصی رجحانات کے بارے میں عرض کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فی الوقت یہی عرض کرنا مقصود تھا کہ وجوہ کچھ بھی ہوں عین القضاۃ ہمدانی اپنی تصانیف میں اپنا نام اور شخصیت نمایاں کرنے کی جانب طبعاً مائل نہ تھے اور محض اسی ذاتی اور شخصی روّیے کے باعث یہ مسئلہ پیدا ہوا۔[2]

---

[1] تمہیدات میں عین القضاۃ نے اپنا پورا نام ظاہر کیا ہے ملاحظہ فرمائیں احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۲۵

[2] حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۴۶۵ھ نے کشف المحجوب میں یہ لطیفہ بیان فرمایا ہے کہ اپنا نام ثبت نہ کرنے کے باعث ایک صاحب نے ان کا دیوان اشعار چھپا لیا اور دوسرے صاحب نے ان کی تصنیف منہاج الدین کو خود سے منسوب کر لیا تھا بنا بریں کشف المحجوب میں انھوں نے اپنا نام تحریر کر دیا تاکہ اس قسم کے فتنے کا سدباب ہو جائے ملاحظہ ...

جس صورت حال سے دوچار اور جس روحانی اور ذہنی کرب میں مبتلا کر دیے گئے تھے اس میں حافظے کا ساتھ نہ دینا ایک فطری امر ہے، مستبعد ہرگز نہیں۔

نذر صابری صاحب کے نزدیک رسالہ غایۃ الامکان عین القضاۃ کی تصنیف نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ :

"بیہقی سے آربری تک کسی معتبر تذکرہ نگار نے بھی رسالے کو ان کی تصانیف میں شمار نہیں کیا۔"[1]

ممکن ہے کہ صابری صاحب کا یہ دعویٰ کسی حد تک درست ہو اور ان کی تحقیق میں یہ امر ثابت ہوا ہو کہ کسی معتبر تذکرہ نگار نے رسالۂ مذکور کو عین القضاۃ ہمدانی سے منسوب نہیں کیا لیکن ایک انتہائی معتبر اور موثق شہادت حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۳۳ھ کی ضرور دستیاب ہے جنہوں نے رسالے کا مطالعہ کیا اور اپنی تصنیف "تکمیل الاذہان" میں اس کا ذکر اجمالی طور پر کیا ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں :

والصوفیۃ شاھدوا فی کل موطن من الغیب والشہادۃ زماناً ومکاناً غیر ما فی موطن آخر فصلہ عین القضاۃ فی الرسالۃ الزمانیۃ والمکانیۃ وسکت عنہ اذ الغرض مجرد التمثیل لا القصد الی تحقیق امرہ"	صوفیہ نے غیب و شہادت کے ہر مقام پر زمان و مکان کا وہ مشاہدہ کیا جو دوسرے مقام کے خلاف تھا اس کی تفصیل عین القضاۃ نے رسالہ زمانیہ و مکانیہ میں کی ہے اور میں اس سے خاموش رہا کیونکہ مقصد محض تمثیل ہے معاملے کی تحقیق کا ارادہ

---

[1] مقدمہ ص ع

[2] [illegible] تکمیل الاذہان [illegible] ۱۳۸۳ھ

نہیں ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس شہادت کے بعد صابری صاحب کی مذکورہ بالا دلیل میں کوئی وزن نہیں رہتا۔ جہاں تک رسالے کے نام کا تعلق ہے کہ شاہ صاحب نے اس کا نام زمانیہ و مکانیہ تحریر کیا ہے شاید نام لکھنا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا مقصود نہ ہو بلکہ ان کے پیش نظر موضوع اور فن کی نشاندہی ہو یعنی اس موضوع اور فن پر عین القضاۃ کا رسالہ بھی ہے اور اس کی یہ خصوصیت ہے بہرحال حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کی شہادت کی کسی طرح تعبیر و تاویل کی جائے یہ دعویٰ یقیناً بے جان ہو جاتا ہے کہ بیہقی سے آربری تک کوئی شہادت عین القضاۃ ہمدانی کے حق میں نہیں ملتی۔

مذکورہ بالا سطور میں صابری صاحب کے اس دعوے کا جواب بھی مل جاتا ہے جو انہوں نے شیخ تاج الدین محمود اشنوی کے حق میں دلیل آخر کے طور پر پیش کیا ہے۔

"اور (جب تک) تذکروں میں مولانا جامی سے وقیع تر شہادت ہاتھ نہیں آتی پاسداران روایات تحقیق اور گوہر شناساں آثار عتیق رسالہ غایۃ امکان کو بلا خوف تردید شیخ محمود اشنوی کی تصانیف میں شمار کرتے رہیں گے"[1]۔

شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت دستیاب ہونے کے بعد جسے کسی صورت غیر معتبر قرار نہیں دیا جا سکتا بہرحال "پاسداران روایات تحقیق" اور "گوہر شناسان آثار عتیق" کے لئے ایک لمحۂ فکریہ تو ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔

عین القضاۃ ہمدانی کے سلسلے میں صابری صاحب نے ایراد کا ایک اور پہلو بھی پیش کیا ہے اس ایراد کے اصل مورد ڈاکٹر رحیم فرمنش اور ان کا تحقیقی مقالہ "احوال و آثار عین القضاۃ ہمدانی" ہیں سوئے ظن ویسے بھی ایک اخلاقی عیب ہے اور اس کا کوئی

---

[1] مقدمہ ص ک

محل بھی نہیں ہے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صابری صاحب نے ڈاکٹر رحیم فرمنش کے اس مقالے کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے کیونکہ ان کے مقدمے میں اس مقالے کے مندرجات کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے بہرحال اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں :

" احمد منزوی نے اپنی فہرست میں غایۃ الامکان کا مجمل تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ رسالہ عین القضاۃ سے بھی منتسب ہے ۔ ان کا اشارہ غالباً "ڈاکٹر رحیم فرمنش کی کتاب" احوال و آثار عین القضاۃ" کی جانب ہے جس میں موصوف نے غایۃ الامکان کو نویں صدی ہجری کے ایک نسخے کی بنیاد پر عین القضاۃ کی تصانیف میں شامل کر دیا ہے[۱]"۔

" لیکن ڈاکٹر فرمنش کو اگر ایران ہی میں موجود اس کے دوسرے نسخوں کا علم ہوتا تو وہ کبھی رسالے کو عین القضاۃ کے دامن سے وابستہ نہ کرتے[۲]"

" وہ افسانہ پر چلنے والوں کی داستان ختم ہوئی ۔ سابق الذکر ۲۶ نسخوں میں سے صرف ۵ نسخے ،جیسا کہ تفصیلاً مذکور ہوا ،خواجہ روزبہان شیخ عین القضاۃ اور سید علی ہمدانی کی جانب غلط انتساب کا شکار ہوئے ہیں ۔ باقی ماندہ ۲۱ میں سے ۱۲ خود کو شیخ اشنوی کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور ۸ ایسے ہیں جو اپنے مصنف کے بارے میں خاموش ہیں (نسخہ ترنگ زئی سے متعلق بجز عنوان کچھ معلوم نہیں) اشنوی کو اپنا مصنف ظاہر کرنے والے نسخے نہ صرف تعداد میں زیادہ ہیں بلکہ تمام قدیم اور معتبر نسخوں کا تعلق بھی اسی گروہ سے ہے[۳] ۔"

۱؎ غایت الامکان شائع کردہ نذر صابری مقدمہ صفحہ ع
۲؎ ایضاً ایضاً ایضاً

صابری صاحب نے جو معیار کسی تصنیف کے اصل مصنف کی دریافت کے سلسلے میں قائم کیا ہے ہو سکتا ہے ڈاکٹر رحیم فرمنش کے پیشِ نظر نہ وہ عیار ہو اور نہ معیار ہو، ویسے بھی صابری صاحب نے غایۃ الامکان کے خطی نسخوں کی کثرت کا جن میں اسکی تصنیف کی نسبت شیخ اشنوی سے دی گئی ہے جو معیار قائم کیا ہے وہ معیار بذات خود اصل مصنف کی دریافت کے لئے ناکافی ہے۔ ایسی صورت میں جب کسی تصنیف کے مصنف کے سلسلے میں متضاد بیانات ہوں تو محقق خطی نسخوں کی تعداد کی کثرت و قلت پر فیصلے صادر نہیں کرتے بلکہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان مصنفین نے متنازعہ تصنیف کے علاوہ کچھ اور تصانیف بھی تحریر کی ہیں ان تصانیف کو سامنے رکھ کر ہی اسلوب، شیوۂ بیان، روشِ اظہار، مخصوص لب و لہجہ اور آہنگ تحریر پر غور کیا جاتا ہے اور محقق ان تمام امور میں یکسانیت اور ہم آہنگی دریافت کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں پھر اہلِ نظر اس کی توثیق یا تردید کرتے ہیں ڈاکٹر رحیم فرمنش خود اہلِ زبان ہیں۔ فارسی زبان و ادب کے ارتقاء اور تغیرات سے آشنا ہیں نیز ذوقی اور وجدانی سطح پر فارسی نظم و نثر کے سبک کا شعور رکھتے ہیں، اور انہوں نے اپنے تحقیقی مقالے میں عین القضاۃ کے خاص اسلوب اور سبک پر ایک باب بھی قائم کیا ہے[۱] جس میں انہوں نے عین القضاۃ کے خاص اسلوب کی ۲۸ خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ غایۃ الامکان کے بارے میں یہی معیار ان کے فیصلے کی بنیاد ہو۔ تاہم ڈاکٹر فرمنش کو اپنی ترجیح کے اسباب پر ضرور روشنی ڈالنی چاہیئے تھی جو انہوں نے اپنے مطبوعہ رسالے کے دیباچے میں نظر انداز کر دی ہے لیکن اس سہو کے باوصف ان کی تحقیق کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے۔ دوسری جانب صابری صاحب پر بھی لازم تھا کہ اس نوع کے

تقابلی مطالعے کی کوئی نہج پیدا کرنے اور پھر کسی فیصلے کی جانب قدم اٹھانے تک محض ذرہ ڈالنے سے ایسے نازک امور طے نہیں ہو جاتے۔

صابری صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

"نیز نظریۂ مکانِ الٰہی جو بعد میں رسالے کا موضوع بنا عین القضاۃ کے معاندین کی نگاہ کی خردہ گیری سے کیسے بچ سکتا تھا خاص کر جب کہ اس کا قائل پہلے ہی ہدفِ تکفیر رہ چکا ہو۔ نیز ابن سفا بغدادی کے سانحۂ ارتداد کا ذکر اور رسالے کا واضح طور پر جداگانہ طرزِ نگارش وہ داخلی دلائل و شواہد ہیں جو شیخ عین القضاۃ ہمدانی کی طرف رسالے کے انتساب کی دائماً تردید کرتے رہیں گے۔"[1]

ان سطروں سے صابری صاحب کا نقطۂ نظر اور ما فی الضمیر واضح نہیں ہوتا۔ بہرحال جو کچھ سمجھ میں آیا ہے اس کی بنا پر عرض کیا جاتا ہے کہ صرف و محض رسالہ غایۃ الامکان کے حوالے سے عین القضاۃ ہمدانی موردِ الزام قرار نہیں دیے گئے۔ اگرچہ خود ان کے قول کے مطابق شور بخت اور کور دل حاسد لفظ مکان پر بھی بھڑکے ہیں جو اثنائے گفتگو میں عین القضاۃ کی زبان پر آیا[2] جس کا مکمل اقتباس آئندہ پیش کیا جائے گا بلکہ بہ حیثیت مجموعی ان کی تصانیف میں جن خیالات، تصورات اور نفسی میلانات کا اظہار ہے حاسدین اس پر غضبناک ہوتے ہیں اور شکوی الغریب اس کا بین ثبوت ہے۔

ابن السفاء بغدادی کے ارتداد سے عین القضاۃ ہمدانی کی طرف رسالے کی دائما تردید کا جو تعلق ہے اسے صابری صاحب نے واضح نہیں کیا اور نہ عبارت سے اس

---

[1] غایت الامکان، شائع کردہ صابری، مقدمہ ص ع

[2] غایت الامکان فی درایۃ المکان ص ۳، شائع لوڈز ... ص ۱۲۱

کا مفہوم قاری کی گرفت میں آتا ہے، ہو سکتا ہے کہ ٹائپ میں چھپائی کا کوئی نقص ہو بہرحال یہ واقعہ تو بذات خود عین القضاۃ ہمدانی کی تائید میں جاتا ہے کیونکہ یہ واقعہ تو خود ان کی زندگی میں واقع ہوا ہے اور عین القضاۃ نے اپنے رسالے میں کہا بھی یہی ہے کہ:

"اگر یک دلیل از دلائل توحید
برا و روشن شدہ بودی حماناکہ
ہرگز او را ایں واقعہ نیفتادی"۔

اگر دلائل توحید میں سے ایک
دلیل بھی اس پر (ابن السقاء
بغدادی پر) روشن ہوتی تو اسے
ہرگز یہ واقعہ پیش نہ آتا۔

اس واقعہ کی تفصیل ابن خلکان م ۶۸۱ھ نے وفیات الاعیان میں یوسف بن ایوب وَھرہ الہمدانی کے ذکر میں دی ہے:

وقدم بغداد فی سنۃ خمس عشرۃ
وخمسمائۃ وحدث بہا، وعقد
بہا مجلس الوعظ بالمدرسۃ
النظامیہ وصارف بہا قبولاً
عظیماً من الناس، قال
ابو الفضل صافی بن عبداللہ
الصوفی الشیخ الصالح حضرت
مجلس شیخنا یوسف الھمذانی
فی النظامیہ وکان قد اجتمع العالم
فقام فقیہ یعرف بابن السقاء

اور (یوسف بن وَھرہ ہمدانی)
۵۱۵ھ میں بغداد آئے اور
حدیثیں بیان کیں اور بغداد ہی
میں مدرسہ نظامیہ میں مجلس
وعظ منعقد کی اور لوگوں میں
بڑی مقبولیت حاصل کی۔
ابو الفضل صافی ابن عبداللہ
صوفی شیخ صالح نے کہا ہے کہ میں
اپنے شیخ یوسف ہمدانی کی مجلس
میں نظامیہ میں حاضر تھا اور

[illegible]

وآذاه وسأله عن مسألة فقال له الامام يوسف : اجلس فانی أجد من کلامک رائحة الکفر ولعلک تموت علی غیر دین الاسلام قال ابو الفضل فاتفق انہ بعد هذا القول بمدة قدم رسول نصرانی من ملک الروم الی الخلیفة فمضی الیہ ابن السقاء وسأله أن یتصحبه وقال له یقع فی أن أترک دین الاسلام وادخل فی دینکم فقبله النصرانی وخرج معه الی القسطنطنیة والتحق بملک الروم وتنصر ومات علی النصرانیة

وہاں ایک دنیا جمع ہوگئی تھی تو ایک فقیہ کھڑا ہوا جو ابن السقاء کے نام سے مشہور تھا اور اس نے آپ کو ایذا دی اور ایک مسئلے کے متعلق سوال کیا تو اس سے امام یوسف نے کہا بیٹھ جاؤ میں تمہارے کلام سے کفر کی بُو محسوس کرتا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری موت دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر ہو ابو الفضل فرماتے ہیں کہ ایسا اتفاق ہوا کہ اس واقعہ کی کچھ مدت کے بعد شہنشاہ روم کی طرف سے خلیفہ کے پاس ایک نصرانی قاصد آیا تو ابن السقاء اس کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی کہ اسے اپنے ساتھ لے چلے اور اس نے اس سے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آرہی ہے کہ میں دین اسلام چھوڑ دوں اور تمہارے دین میں داخل ہو

له وفیات الاعیان ابن خلکان جلد ... صفحہ ... ۱۶۱

جاؤں۔ نصرانی نے اس کی بات
قبول کرلی اور وہ اس کے ساتھ
قسطنطنیہ چلا گیا شہنشاہ روم سے
وابستہ ہوگیا نصرانی بن گیا، اور
نصرانیت پر اسکی موت واقع ہوئی۔

اگر بالفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ رسالہ غایۃ الامکان شیخ تاج الدین محمود اشنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے تو یہ واقعہ نذر صابری صاحب کے قیاس کے مطابق کہ شیخ اشنوی چھٹی صدی ہجری کے اواسط میں پیدا ہوئے ہوں گے[1]۔ ان کی ولادت سے تیس چالیس سال قبل ہونا چاہیئے کیونکہ ابن خلکان نے واقعہ کا وقوع ۵۱۵ھ میں بیان کیا ہے۔ اس اعتبار سے کسی شخص نے شیخ اشنوی سے ابن السقاء بغدادی کا واقعہ بیان کیا ہوگا۔ اصولاً جیسا کہ ہمارے ہاں علم حدیث اور روایتِ حدیث کے زیرِ اثر طریقہ رہا ہے شیخ پر لازم تھا کہ وہ رسالے میں ماخذ علم کو ظاہر کرتے کیونکہ ان سے قبل اور ان کے بعد اکابر کی یہی روش رہی ہے اور حزم و احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے ابن خلکان کی بدیہی مثال موجود ہے انہوں نے اپنے راوی کا نام ظاہر کر دیا ہے۔ کون ہے جو شیخ اشنوی کے بارے میں یہ بدگمانی کرے کہ انہوں نے اکابر کی راہ سے روگردانی کی اور حزم و احتیاط سے کام نہیں لیا لیکن رسالے میں جس نہج سے اس واقعہ کو قلمبند کیا گیا ہے اس سے یہ حقیقت کہیں ظاہر نہیں ہوتی کہ صاحب رسالہ کی اطلاع کا ماخذ کیا ہے اور اس کا راوی کون ہے بلکہ عبارت کا طور اسی قسم کا ہے کہ لکھنے والا اس کا عینی شاہد ہے اور وہ سوائے عین القضاۃ ہمدانی کے کوئی دوسرا

---

[1] غایت الامکان شائع کردہ نذر صابری مقدمہ ص۵

نہیں ہو سکتا کیونکہ وقوع واقعہ کے وقت ان کی عمر ۲۳ سال تھی[۱]۔ وہ اور ابو الفضل صافی بن عبداللہ اس کے راوی ہیں لہٰذا عین القضاۃ کو دائماً" تردید کے بجائے دائماً" تائید حاصل ہوگئی کہ وہی رسالہ" غایۃ الامکان فی درایۃ المکان" کے حقیقی مصنف ہیں جس عبارت کا مذکورہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کی توثیق ہو جائے۔

"و متکلم دلیل توحید می گوید و
فرا می نماید کہ موقن است و
اندرون بشک و شبہت آگندہ
و ابن السقاء بغدادی بر کنار دجلہ
ایستاد و صد دلیل بر توحید و
وحدانیت حق بولا فر و خواند
پس ترسا شد و سوگند یاد کرد کہ
بعدہ ہر دلیلی کہ بر توحید گفتہ
ام دلیلی بر ثالث ثلاثہ بگویم۔
اگر یک دلیل از دلائل توحید
براو روشن شدہ بودی ھمانا کہ
ہرگز او را این واقعہ نیفتادی"۔[۲]

اور متکلم توحید پر دلیل لاتا ہے!
اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر
یقین رکھتا ہے۔ لیکن اس کا
باطن شک و شبہ سے آلودہ ہو
اور ابن السقاء بغدادی نے
ساحل دجلہ پر کھڑے ہو کر تقریر
کی اور حق تعالیٰ کی توحید اور
وحدانیت پر پے در پے سو
دلائل دیے اس کے بعد نصرانی
ہوگیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر
اس دلیل پر جو توحید کے بارے
میں میں نے دی ہے تین میں سے
تیسرے پر دوں گا اگر دلائل
میں سے ایک دلیل بھی اس پر

---

[۱] حیم ونفش ۱/۷۰۲ احوال و آثار عین القضاۃ ص ۶۵ تہران ۱۳۲۱ شمسی
[۲] غایۃ الامکان فی درایۃ المکان ص ۲ شائع کردہ ڈاکٹر رحیم فرمنش

روشن ہوتی تو اسے ہرگز یہ واقعہ
پیش نہ آتا۔

صابری صاحب نے طرزِ نگارش کی بات بھی ادھوری چھوڑ دی ہے طرزِ نگارش کی ایسی مثالیں جن سے عین القضاۃ ہمدانی کے صاحب رسالہ ہونے کی تردید ہو سکتی ہو پیش نہیں کی گئی ہیں بہرحال جب طرزِ نگارش کا پہلو زیرِ بحث آئے گا تو عین القضاۃ کی فارسی تصانیف کے اقتباسات جن کا گذشتہ صفحات میں وعدہ کیا گیا ہے پیش کئے جائیں گے، جن کے مطالعہ سے قارئین پر اُن تصانیف اور رسالہ مذکور کے طرزِ نگارش کی یکسانیت اور مماثلت واضح ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اس سے قبل مذکورہ رسالے سے ایک اور داخلی شہادت پیش کی جا رہی ہے جس سے یہ بات یقین کی حد تک ثابت ہو جاتی کہ رسالہ" غایۃ الامکان فی درایۃ المکان "کے مصنف عین القضاۃ ہمدانی ہی ہیں۔

غایۃ الامکان کی دوسری داخلی شہادت جو عین القضاۃ ہمدانی کے حق میں ہے اور کسی طرح شیخ تاج الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ پر منطبق نہیں ہوتی یہ ہے کہ شیخ تاج الدین محمود ابنائے زمانہ کے عناد اور حسد کے اس طرح ہدف نہیں بنے کہ ان کی تکفیر کی گئی ہو یا ان پر الحاد و زندقہ کی تہمت دھری گئی ہو۔ شد الازار اور نفحات الانس جن کا حوالہ صابری صاحب نے بھی اپنے مقدمہ میں دیا ہے اس نوعیت کے ذکر سے خالی ہیں جب کہ اکثر تذکرہ نگاروں نے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۲۵ھ کے ملفوظات میں عین القضاۃ پر کئے گئے مظالم کی نشاندہی کی ہے۔
یہاں شد الازار، نفحات الانس، طرائق الحقائق اور فوائد الفواد کے اقتباسات پیش کرنے کے بعد غایۃ الامکان کی وہ عبارت جسے شہادت ثانیہ کہا گیا ہے پیش کی جاتی ہے شد الازار میں مندرجہ ذیل حالات بیان کئے گئے ہیں۔

"تاج الدین اشنہی ۔ اطلاع
درست روشنی از احوال ایں
شخص در جای بدست نیاوردیم
ولی گمان میکنیم بظن بسیار قوی کہ
ایں شیخ تاج الدین الاشنہی
باید پدر شیخ صدرالدین محمد اشنہی
سابق الذکر در ص ۳۰۷ حاشیہ ۸
باشد کہ بنقل از وصّاف شمّہٗ
از احوال او را در آنجا ذکر نمودیم
در کتاب "تحفۃ العرفان فی
ذکر سید الاقطاب روزبہان"
در فصل مشائخی کہ معاصر با شیخ
روزبہان بقلی (متوفی در ۶۰۶ھ)
بودہ اند ولی با او ملاقات
نہ کردہ بودہ اند حکایتی متبرک راجع
بیکی از ایشاں موسوم بشیخ الاسلام
تاج الدین محمود اشنہی نقل می
کند بروایت از پسر او شیخ
صدرالدین محمد اشنہی کہ بواسطہ
طول حکایت از نقل آن صرف
نظر گردید ۔ در مجمل فصیحی خوافی در

ہمیں کسی جگہ ان صاحب کے
حالات زندگی کے بارے صحیح
اور واضح معلومات حاصل
نہیں ہوئیں لیکن بہت ہی قوی
قیاس پر ہمارا خیال ہے کہ یہ
شیخ تاج الدین اشنہی شیخ
صدرالدین محمد اشنہی کے والد
ہوں گے جن کا ذکر اس کتاب
کے ص ۳۰۷ حاشیہ ۸ میں پہلے
ہی آچکا ہے اور وہاں ہم نے
ان کے بہت کم حالات وصّاف
سے نقل کئے ہیں ۔ کتاب
"تحفۃ العرفان فی ذکر سید الاقطاب
روزبہان" کی اس فصل میں جس
میں شیخ روزبہان (متوفی ۶۰۶ھ)
کے ہم عصر ان مشائخ کا ذکر ہے
جن سے شیخ کی کبھی ملاقات
نہیں ہوئی ایک متبرک حکایت
ان میں سے ایک شیخ سے جن
میں جو شیخ الاسلام تاج الدین
محمود اشنہی کے نام سے موسوم تھے

حوادث ۶۴۶ھ در ترجمہ احوال شیخ سیف الدین باخرزی متوفی در ۶۵۹ھ گوید کہ وی خرقۂ تبرک از دست شیخ تاج الدین محمود بن حداد الاشنہی پوشیدہ است[1]"

ان کے فرزند صدرالدین محمد اشنہی کی روایت سے نقل کی ہے، جسے بہ سبب طوالت صرف نظر کیا گیا ہے فصیحی خوافی مجمل میں ۶۴۶ھ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے شیخ سیف الدین باخرزی متوفی ۶۵۹ھ کے احوال کے تحت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے شیخ تاج الدین محمود بن حداد اشنہی سے خرقۂ تبرک (یعنی خلافت) پہنا ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۹۸ھ نے سلطان مجدالدین طالبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں شیخ محمود اشنوی کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔

"چوں وی را وفات رسید در اندرون شہر ہرات تلامذہ خشک وفیروزآباد دفن کردند و شیخ محمود اشنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ صاحب رسالہ غایت الامکان فی معرفتہ الزمان والمکان ست در گنبد مقبرہ وی مدفونست و ایں

جب ان کی وفات ہوگئی تو خشک اور فیروزآباد کے تلامذہ نے انہیں اندرون شہر ہرات دفن کر دیا اور شیخ محمود اشنوی (اللہ ان پر رحم فرمائے) جو رسالہ غایت الامکان فی معرفتہ الزمان والمکان کے مصنف ہیں انہی

[1] ابوالقاسم معین الدین جنید شیرازی شد الازار مرتبہ علامہ محمد قزوینی ص ۲۵۲ حاشیہ ۴

شیخ محمود از اصحاب و تلامذہ مولانا شمس الدین محمد بن عبدالملک دیلمی است رحمہ اللہ تعالیٰ کہ از اکابر مشائخ و محققان ست و سخن در حقیقت زماں و تحقیق آں چنانچہ در مصنفات دیگراں کم یافت شود"[1]

کے مقبرہ میں دفن ہیں اور یہ شیخ محمود مولانا شمس الدین محمد بن عبدالملک کے (اللہ ان پر رحم فرمائے) شاگرد ہیں مولانا شمس الدین اکابر مشائخ اور محققین میں سے ہیں اور ان کی تصانیف میں زمان کی حقیقت اور اس کی تحقیق سے متعلق جو باتیں بیان ہوئی ہیں دوسروں کی مصنفات میں کم ملتی ہیں.

ڈاکٹر بہمن کریمی نے رسالہ یزداں شناخت کے دیباچے میں عین القضاۃ کے حالات میں تحریر کیا ہے:

"و ہمچنیں در طرائق الحقائق نقل از تاریخ یافعی جزء حوادث سال (۵۲۵ ہجری) آمدہ است در ایں سال ابوالمعالی عین القضاۃ عبداللہ بن محمد ہمدانی فقیہ علامہ ادیب دیکی از کسانیکہ در ہوش وذکاء باد مثل زدہ میشد کشتہ شد زیرا در سخنانش اشارت و

اور اسی طرح کا واقعہ تاریخ یافعی سے (سال ۵۲۵ ہجری) کے واقعات سے متعلق طرائق الحقائق میں نقل ہوا ہے.
اس سال ابوالمعالی عین القضاۃ عبداللہ بن محمد ہمدانی فقیہ علامہ ادیب جو ایسے لوگوں میں سے تھے جن کی عقل اور ذکاوت

[1] جامی عبدالرحمٰن مولانا نفحات الانس من حضرات القدس صفحہ ۴۲۲ نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۰

رموزی بود کہ مردم درنمی یافتند وادرا بکفر و زندقہ نسبت می کردند[1]"

میں مثال دی جاتی ہے قتل کر دیے گئے کیونکہ ان کے اقوال میں ایسے اشارات اور رموز تھے جنہیں لوگ نہیں سمجھ سکے اور ان کی نسبت کفر و زندقہ سے کرتے تھے۔

"بندہ عرض داشت کرد کہ مکتوبات عین القضاۃ ہمدانی ہم نیکو کتابیست ولی بتمامی ضبط نمی شود فرمود آری کہ آں را از سرحال بنشتہ است از سروقت کہ اورا بود بنشتہ بعدازاں بر لفظ مبارک راند کہ او بست و پنج سالہ بود کہ اورا بسوختند۔ عجب کاری دراں سن کہ غایت قوت جوانیست اوراچنداں شغل و تعلق بحق بود بس عجب کاری بود آں[2]۔"

بندے نے عرض کیا کہ مکتوبات عین القضاۃ ہمدانی بھی بڑی اچھی کتاب ہے لیکن پوری طرح گرفت میں نہیں آتی۔ فرمایا یہ ٹھیک ہے انہوں نے اسے ایک خاص حال میں لکھا ہے اور ایک خاص وقت میں جو ان پر آتا تھا اس میں اسے لکھا ہے بعدازاں آپ نے زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا کہ وہ پچیس برس کے تھے کہ انہیں جلا دیا گیا اس عمر میں یہ عجیب وغریب کارنامہ قوت جوانی

---

[1] رسالہ یزداں شناخت، دیباچہ صفحہ ی
[2] حسن علاء سجزی، فوائد الفواد جلد اول مجلس سی و سوم صفحہ ۱۴۲-۱۴۱ لاہور ۱۹۶۶ء

کی انتہا ہے۔ انہیں حق تعالیٰ
سے اس درجہ تعلق اور اس کی
ذات میں اتنا انہماک تھا یہ
ان کا عجیب و غریب کارنامہ
ہے[۱]۔"

غایۃ الامکان کی تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے صاحب رسالہ نے وہ حقیقت بھی ظاہر کر دی ہے جو ان کے اور معاندین کے مابین باعث نزاع بنی اور اس رسالے کا موضوع بھی ہے:

"وقتی دراثنای سخن وحالتی گرم	ایک دفعہ بر سبیل تذکرہ جب
برزبان ما رفت کہ لفظ مکان	گفتگو زوروں پر تھی ہماری
دراخبار آمدہ است آں را	زبان سے نکل گیا کہ لفظ مکان
انکار نباید کرد ولیکن مکان ہر	چونکہ احادیث میں آیا ہے اس
چیزی باید شناخت تا تشبیہ	کا انکار نہ کرنا چاہیئے لیکن ہر چیز
ازراہ برخیزد. پس جماعتی	کے مکان کو جاننا پہچاننا چاہیئے
کوردلاں وشور بختاں از سر	تاکہ تشبیہ کا گمان باقی نہ رہے
تعصب وحسد وعناد وجحود	بس یہ کہنا تھا کہ شور بختوں اور
ایں کلمہ را دست آویز کردند و	کوردلوں کی ایک جماعت نے
برنجانیدن ما میاں دربستند	تعصب اور حسد، عناد اور
ورقم تشبیہ بر ما کشیدند وبتکفیر	انکار کی راہ سے اس بات کو

ل؎ یہ ترجمہ پروفیسر محمد سرور کے فوائد الفواد کے اردو ترجمے سے نقل کیا گیا ہے ص ۱۰۶
لاہور ۱۹[illegible]ء طبع دوم

ما حکم دادند و فتویٰ دادند "تا	دستاویز بنا لیا اور ہمیں تکلیف
ناچار از بہر اظہار برائت ساحت	پہنچانے پر کمر بستہ ہو گئے اور ہم
خود از غبار تشبیہ ایں مخدرۂ	پر تشبیہ کا الزام اور کفر کا حکم
عذرا را بر آں عنیناں علم	لگایا اور فتویٰ دے دیا۔ تب
طبیعت عرض بایست کرد	مجبوراً اپنی ذات کی برائت
وایں یوسف باجمال را بداں	کے لئے اس پردہ نشین دوشیزہ
کوردلاں جلوہ بایست داد"[1]	کو تشبیہ کے غبار سے نکال کر
	ان نامرد طبعی والوں پر ظاہر کرنا
	پڑا اور اس یوسف پُر جمال
	کا جلوہ ان کوردلوں کو دکھانا پڑا۔

جیساکہ اس سے قبل عرض کیا جاچکا ہے اور اب پھر تسلسل مضمون کے خیال سے اعادہ کیا جاتا ہے شد الازار اور نفحات الانس کے بیان کے سے کہیں یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ شیخ محمود اشنوی پر تکفیر کا حکم اور الحاد و زندقہ کا فتوی عائد کیا گیا ہو اگر ایسا ہوتا تو ابوالقاسم معین الدین جنید شیرازی اور مولانا جامی علیہ الرحمتہ اس امر کی نشاندہی ضرور کرتے علاوہ ازیں کسی محقق نے بشمول سعید نفیسی شیخ محمود اشنوی پر کفر کے فتوے یا علمی نزع کا ذکر نہیں کیا ہے[2] ان حالات میں وہ شخص کون ہو سکتا ہے جس پر اس کے دینی معتقدات کی بنا پر کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا ہو اور وہ اپنے معاندین کے بے جا الزامات کا ذکر کرکے اپنی برائت کے مسئلے کے مالہ وما علیہ پر ایک رسالہ تصنیف

---

[1] غایت الامکان فی درایۃ المکان ص۴۲ شائع کردہ [illegible] فرہنگ تہران ۱۳۲۶ش
[2] ملاحظہ فرمائیں تاریخ نظم ونثر در ایران و در زبان فارسی جلد اول ص۲۸۱ جلد دوم ص۷۵۰ از سعید نفیسی طہران ۱۳۴۴ش

کرے، ظاہر ہے کہ وہ عین القضاۃ ہمدانی ہی ہو سکتے ہیں جو اپنی برملا گوئی اور حقیقت یابی کے جرم میں دار پر چڑھائے گئے اور پھر ان کے تن مردہ کو سپردِ آتش کر دیا گیا۔[1]

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

صابری صاحب نے شیخ محمود اشنوی کے صاحب رسالہ ہونے کے سلسلے میں ایک اور قیاس حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ظاہر کیا ہے جس کی تنقیح کا فرض ادا کرنا بھی ضروری ہے صابری صاحب فرماتے ہیں:

"رسالہ کے اثرات کا اولین اظہار جو نوکِ قلم پر آیا، خواجہ محبوب الٰہی دہلوی ۲۵ء کے ہاں ملتا ہے۔ میر خورد نے سیر الاولیاء میں ان کی ایک تحریر نقل کی ہے جو دراصل اسی رسالے کا موجز و ملخص ہے لیکن اس میں کسی وجہ سے زمان و مکان الٰہی کے مباحث شامل نہیں ہیں۔ خیال ہے کہ یہ رسالہ آپ کو شیخ سمرقندی بدرالدین سے عاریتاً ملا ہو گا جو شیخ سیف الدین باخرزی کے خلیفہ اور برصغیر میں سلسلۂ فردوسیہ کے موسس اعلیٰ ہیں۔"[2]

الفاظ تحریر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلو کی حیثیت ایک احتمال سے زیادہ نہیں۔ ساری بات فعل ماضی شکی پر ختم ہوئی ہے اور قوت یقین سے عاری ہے حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے عین القضاۃ ہمدانی کی تین تصانیف کو بالیقین ملاحظہ فرمایا ہے جن میں سے مکتوبات عین القضاۃ کا ذکر گزشتہ سطور میں آچکا ہے؛ دوسری تصنیف

---

[1] رسالہ یزداں شناخت دیباچہ صے

[2] نہایت الامکان فی معرفت الزمان والمکان شائع کردہ نذر صابری مقدمہ صے

غایتہ الامکان جس کا خلاصہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریری یادداشتوں میں میرخورد کرمانی (متوفی ۷۷۰ھ) کو ملا اور جسے انہوں نے سیرالاولیاء میں بہ عنوان نکتہ فضیلت بر مکان بر مکان و زمان بر زمان و حقیقت زمان و مکان شامل کردیا ہے۔ تیسری کتاب لوائح عین القضاۃ ہمدانی ہے اس کی شہادت بھی سیرالاولیاء میں موجود ہے۔ یہ فرمودات عشق کی خصوصیات اور اس کے ثمرات کے بارے میں ہیں۔ لوائح اور سیرالاولیاء کے اقتباسات بطور اثبات دلیل پیش کئے جاتے ہیں۔

لوائح عین القضاۃ ہمدانی	ملفوظ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ
"آنچہ عشقہ بر شجرہ می پیچد تا اورا از بیخ بر می آرد وندادست اورا در خود می آرد نہ از عداوتست و نہ از محبت، خود خاصیت او آنست کہ با ہر شجرہ کہ دست در کمر آرد اورا از بیخ بر آورد ہمچنیں عشقہ عشق بر شجرۂ نہاد روح عاشق ازاں می پیچد تا اورا از بیخ ہستی بر آرد و لطافت اورا در خود آرد زیرا کہ خاصیت او آنست کہ با ہر کہ در آمیزد خون او بریزد۔ او را با کس عداوت	"حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ می فرمود العشق آخر درجات المحبت والمحبت اول درجات العشق و می فرمود کہ عشق از عشقہ اند۔ ایں عشقہ گیاہ است کہ در باغہا روید و بدرخت بر رود۔ اول بیخ خویش در زمین سخت کند پس شاخہا بر آرد و بر درخت پیچد ہمچنیں می رود تا جملہ درخت را فرا گیرد و چنانش در شکنجہ کشد کہ نمی درمیاں رگہائی درخت نماند ہر بادی کہ بواسطۂ

ا؎ میرخورد کرمانی سیرالاولیاء ص ۵۷۷ لاہور ۱۹۷۸ء

نیست و محبت ہم نہ۔ ہر اثر کہ
ظاہر کند بخاصیت وجود کند نہ
باختیار د آنک عاشق را در عشق
اختیار نمی ماند سرّ ایں معنی است[1]"

آب و ہوائی آں بداں درخت
می رسد تاراج کند تا انگاہ کہ درخت
خشک شود و می فرمود چوں عشق
در آدمی پیچد از وی جدا نشود تا
انسانیت را باطل نکند چنانکہ
عشقہ بر درخت پیچد درخت
را خشک کند، عشق بر آدمی
ہماں کند کہ عشقہ بر درخت[2]"

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تینوں تصانیف (مکتوبات ، غایۃ الامکان . . . . . . اور لوائح) کس ذریعہ سے حاصل فرمائیں اس پر بغیر ثبوت محکم کے قیاس آرائی اور گمان سازی تحقیق کے نقطۂ نظر سے بے عیار ہے۔ محض اس قیاس سے کہ شیخ بدر الدین سمرقندی متوفی ۶۹۸ھ سے رسالہ غایۃ الامکان محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے عاریتاً لیا ہوگا یہ رسالہ شیخ محمود اشنوی کی تصنیف کس طرح ثابت ہو سکتا ہے بلکہ اس سے تو دوسرے قیاس کو تقویت ملتی ہے کہ عین القضاۃ کی یہ تینوں تصانیف ایک جلد میں تھیں اور حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ایک ساتھ ملاحظہ فرمایا اور عین القضاۃ کے لئے کلمات خیر ادا فرمائے جو گزشتہ اقتباسات میں پیش کئے جا چکے ہیں لیکن یہ قیاس بھی کس لئے کیا جائے جبکہ دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسالہ غایۃ الامکان فی درایۃ المکان عین القضاۃ ہمدانی

---

[1] رسالہ لوائح عین القضاۃ ہمدانی ص ۱۲-۱۳ مشمولہ احوال و آثار عین القضاۃ شائع کردہ ڈاکٹر رحیم فرمنش تہران ۱۳۳۹ھ ش
[2] سیر الاولیاء ص ۴۲۲

کی تصنیف ہے شیخ تاج الدین محمود اشنوی سے بلاثبوت منسوب کردی گئی ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

اب اس مسئلے کا وہ پہلو جسے دانستہ طور پر موخر کیا گیا ہے پیش کیا جارہا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ سب سے پہلے عین القضاۃ ہمدانی کی تصانیف کے موضوعات بشمول غایۃ الامکان بیان کئے جائیں گے، ان کے تخلیقی رویّے کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے گا بعد ازاں ان کے اسلوب، لب و لہجہ اور طرز نگارش پر گفتگو ہوگی اور ان کی تصانیف سے ایسی مثالیں اور اقتباسات معہ غایۃ الامکان پیش کئے جائیں گے، جو ان کی طرز خاص کا مظہر ہوں ساتھ ہی ساتھ یہ اعتراف بھی ضروری ہے احقر راقم السطور کو صاحب زبان یا زبان داں ہونے کا دعویٰ نہیں ہے مطالعہ کتب سے جو ذوق و شعور حاصل ہوا ہے اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے احساس کے ساتھ اہلِ نظر کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں، ردّ و قبول کا فیصلہ بھی وہی فرمائیں۔

سب کے جوہر نظر میں آئے دَرد
بے ہُنر تو نے کچھ ہُنر نہ کیا

عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیفات کے موضوعات اگر مختصر لفظوں میں بیان کئے جائیں تو ایمانیات اور عشق و فنائیت ہیں۔ یہ ایک اصل ہے باقی سب اس کی فرع ہیں۔ ان کی تصنیفات میں بہت کم کتابیں یا رسالے شائع ہوئے ہیں اکثر تصانیف غیر شائع ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض نایافت ہوگئی ہوں بہرحال ڈاکٹر رحیم فرمنش نے مولفات عین القضاۃ میں جن تصنیفات سے استفادہ کیا ہے انہوں نے اپنے مقالے میں ان کا ذکر کردیا ہے، علاوہ ازیں انہوں نے شکوی الغریب میں درج شدہ تمام تصانیف کی فہرست بھی فراہم کردی ہے[1]۔ یہاں ان تصانیف کی تفصیل پیش کی جاتی

---

[1] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۶۱ تا ۱۶۲

ہے جن سے ڈاکٹر صاحب موصوف نے استفادہ کیا اور احقر راقم السطور نے بھی حسب استطاعت فائدہ حاصل کیا ہے :

۱۔ رسالہ یزداں شناخت فارسی — اس رسالے کا موضوع معرفت الٰہی ، صفات الٰہی معرفت نفس اور رنبوات ومعجزات وکرامات ہیں ڈاکٹر بہمن کریمی نے ۱۳۲۷ھ ش میں اسے تہران سے شائع کر دیا ہے۔[۱]

۲۔ رسالہ جمالی فارسی — یہ رسالہ حسب صراحت ڈاکٹر فرمنش مکتوبات میں شامل ہے اور تمہید سے مستنبط ہوتا ہے کہ سلف صالحین کا مذہب اس کا موضوع ہے۔[۲]

۳۔ رسالہ لوائح فارسی — اس رسالے کو عین القضاۃ نے خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۱۷ھ کی تصنیف "سوانح" کی پیروی میں تحریر کیا ہے اور عشق اور کیفیات عشق اس کا موضوع ہے۔[۳]

۴۔ تمہیدات فارسی — احمد بن محمد کریم التبریزی نے اس رسالے کو شیراز سے ۱۳۳۲ھ ش میں شائع کیا

---

[۱] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۰۲

[۲] ایضاً ص ۱۱۲

[۳] ایضاً ص ۱۱۳

ہے اس کا موضوع حقیقت قرآن ۔
طالب اس کے شرائط نبوت ۔ ولایت
ایمان ۔ افعال باری تعالیٰ ۔ فرق اسلام
وایمان ۔حقیقت نماز ۔ زکوٰۃ ۔صوم و
حج ۔حقیقت عشق ۔حقیقتِ روح
بعض احادیث کی شرح ہے۔[1]

۵۔ مکتوبات فارسی — ان کی تعداد ۱۳۱ ہے ۔

۶۔ غایت الامکان فی درایت المکان فارسی۔ — حقیقتِ توحید، حقیقت زمان و
مکان الٰہی اس کا موضوع ہے ۔ ڈاکٹر
فرمنش نے ۱۳۳۸ھ ش میں تہران
سے شائع کردیا ہے ۔

۷۔ زبدۃ الحقائق عربی، — نسخۂ خطی مملوکہ ڈاکٹر مہدوی ۔ اس کا
موضوع اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات
کا علم حقیقت ایمان، نبوت و
قیامت ہے۔[2]

۸۔ شکوی الغریب عربی — اس رسالے کو محمد بن عبدالجلیل نے
۱۹۳۰ء میں مجلۂ آریاتیک میں شائع
کیا ۔ رسالے کے آخر میں مذہب
سلف کے علاوہ اللہ تعالیٰ ایمان

---

[1] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۱۸
[2] ایضاً ص ۱۰۷

اور اس کی صفات نیز ایمان بالنبوۃ
اور ایمان بالآخرۃ پر روشنی ڈالی ہے[1]۔

مذکورہ کتابوں کی تفصیل موضوعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غایۃ الامکان فی درایۃ المکان بھی برادر تصانیف میں شامل ہے، غیریت اور اجنبیت کے داغ ندامت سے شرمسار نہیں ہے اس میں بھی گہرائی اور گیرائی موجود ہے جو عین القضاۃ کی تصانیف کا طرۂ امتیاز ہے اور ان کے تخلیقی رویے کا پرتو بھی اسی شان اور انداز سے منعکس ہے جس طرح ان کی دیگر تصانیف سے عکس ریز ہے۔

عین القضاۃ کا تخلیقی رویہ کیا ہے؟ اس نکتے کو سمجھنے کے لئے یہ حقیقت مد نظر رہے کہ وہ علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد بعہدۂ قضا مامور تھے[2]۔ خود ان کا لقب عین القضاۃ علم و فضل پر دال ہے۔ علم ظاہر کی اس آراستگی کے ساتھ ساتھ علم باطن کی دولت سے بھی انہیں حصہ ملا۔ وہ اپنے عہد کے دو بڑے شیوخ محمد بن حمویہ متوفی ۵۳۰ھ اور خواجہ احمد غزالی متوفی ۵۲۰ھ رحمہا اللہ تعالیٰ کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ تھے[3]۔ نیز خود اپنے قول کے مطابق سوائے طلب فنا انہیں کوئی شغل نہ تھا[4]۔ ایسا شخص جب ان تمام محاسن کے ساتھ تصنیف و تالیف کی جانب متوجہ ہو تو کیسے کیسے دل آویز و دل کش عکس اس کے نوک خامہ سے منعکس ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ عین القضاۃ کی تالیفات نہ محض علم خشک و تجربے کا پشتارہ ہیں اور نہ جذب عشق و دروں بینی کی ایسی پرواز ہیں جو ابہام و ابہام پر منتج ہوں اور قاری سرگشتگی و توحش سے سراسیمہ ہو جائے بلکہ ان کی تحریروں میں [illegible] کا ایسا حسین امتزاج ہے جو قاری کے لئے باعث کشش ہے وہ بنیادی طور پر ایک صوفی

---

[1] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۶۳
[2] فوائد الفواد ص ۴۲
[3] نفحات الانس ص ۲۶
[4] نفحات الانس ص ۲۶

متکلم ہیں جن کا علم کلام معتزلہ کے مانند بے جا ورزش ذہنی نہیں ہے بلکہ ایسی روشنی ہے جسے اقبال نے دانش نورانی کہا ہے۔ ان کی تصانیف میں بشمول غایۃ الامکان ایسے حصّے آتے ہیں جہاں محسوس ہوتا ہے کہ ایک شعلۂ نور اعماق قلب سے نمودار ہوا ہے اور آن کی آن میں قاری کو استعجاب اور مسرتوں کی کیفیات سے ہمکنار کرتا ہوا دور بہت دور اپنی اصل سے واصل ہونے کے لئے فضائے بسیط میں گُم ہوجاتا ہے۔ یہ عین القضاۃ کے تخلیقی عمل کا انداز و روّیہ ہے جس کے باعث صاحب طرز ادیب کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ غایۃ الامکان اور لوائح سے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیں دونوں میں جذب باطن اور سوز دروں کی حد درجہ یکسانیت اور مماثلت ہے۔

غایت الامکان :۔ "آری جاناتا کی گرد عالم پوئی و از زیر و بالا سخن گوئی خلاصۂ وجود توئی و سرچشمۂ شہود توئی، در وجود خود نگر و فی انفسکم افلا تبصرون تا ہرچہ در کل عالم اثبات کردی در وجود خود عیاں بینی کہ فتوح و دولت تو اینجاست۔ بوفای مسلمانی بر تو کہ ایں فصل را مسلماں وار بنیوش و حلہ حرمت و حضور در پوش تا بدانی بل کہ بہ بینی کہ آنکہ ناگزیر تست درمیان جان و دل تست[۱]"

رسالہ لوائح :۔ "عشق روی در خود آرد پس ہم شاہد است و ہم مشہود و عشق خود را شناسد پس ہم عارفست و ہم معروف، در ہوا خود پرد و شکار از عالم خود کند پس ہم شکار ست و ہم صیاد، آنچہ باید ش در عالم خود یابد پس ہم طالبست و ہم مطلوب، نظر از خود بر ندارد و بر کسی نہ نگارد پس ہم قاصد است و ہم مقصود[۲]"

---

۱ غایت الامکان فی درایت المکان ص۳۱
۲ احوال و آثار عین القضاۃ ص۱۷۲ لوائح ص۳۵

اہلِ نظر اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ لب ولہجہ قطعی طور پر ذاتی اور شخصی ہوتا ہے۔ میرؔ نے اس شعر میں اسی حقیقت کو بیان کیا ہے ؎

ہم سے خوش زمزمہ کہاں یوں تو
لب ولہجہ ھـزار رکھے ہیں

انگریزی تنقید میں ایک قول بہت معروف ہے۔ ناقدینِ ادب نے اسے بار بار دہرایا ہے "اسلوب شخص کا لباس نہیں بلکہ خود شخص ہی ہوتا ہے"۔ نیز اہلِ نظر اس راز سے بھی آشنا ہیں کہ لب ولہجہ وہ واحد خوبی ہے جس میں کسی طرح کی آمیزش کی گنجائش نہیں ہوتی اگر کوشش کی جائے تو فاعل کے پھوہڑ پن اور بدسلیقگی کا اظہار کسی نہ کسی طور ہو ہی جاتا ہے یہاں عین القضاۃ کے مخصوص اسلوب اور لب ولہجہ کی چند مثالیں، یزداں شناخت، مکتوبات، لوائح، تمہیدات اور غایۃ الامکان سے دی جاتی ہیں جن میں مکمل طور پر اسلوب کی ہم آہنگی اور لہجہ کا اشتراک نمایاں ہے۔

یزداں شناخت:۔ " و ایں جوہر علوی را کہ بدیں بزرگی بتو دادہ اند او را بعلم و عمل بدرجۂ فریشتگان مقرب مینواں رسانید و سعادت ابدی حضرت سرمدی حاصل می تواں کرد۔ چرا بر ضد آں کنی و او را بدرجہ سگ و خوک و گاؤ و خر رسانی؟ و از بہر خوردنی و پوشیدنی و جاہی کہ روزی چند بعاریت بنشینی بیچارہ را در ہلاک و شقاوت ابدی افگنی؛ کہ مرد بحقیقت آنست کہ مردانہ وار روی بکار آں جہاں آورد چناں کہ فردای روز قیامت او را ندامت نباشد و ایں حال روحانی بمعنی و یقیں او را حاصل آید فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید۔"[1]

مکتوبات:۔ " و این قدر کہ در این چند مکتوب نوشتم اگرچہ سخت کودکانہ

---

[1] یزداں شناخت ص ۴۳

است عالمی بگردی و از ہیچ کس یک کلمہ از این نشنوی و تجربہ از
این نیز میکن کہ زبانی ندارد و از معانی صفات ازل ہر کجا کہ دعوی بینی
چیزی میپرس و این نوشتہ ھا پیوستہ میخوان و چنان نکن کہ یکبار
فرد میخوانی سرسری و از دست بدھی و بترس از این مکتوبہا در دست
نا مستعدان نہادن مگر دانی کہ او را از این گفتنی است و بترس از آنکہ
این مکتوبہا ہمہ دیگران را بود و ترا از آن ہیچ نصیب نباشد[1]،
رسالہ لوائح :- شہباز محبت از شجر عزت در پرید بعرش رسید عظمت
دید در گزشت، بکرسی رسید وسعت دید در گزشت بہشت رسید
نعمت دید در گزشت، بخاک رسید محنت دید بروی نشست۔
کرد بیان از عالم خود ندا کردند و گفتند ای وصف پادشاہی ترا با خاک
یکدرجہ آشنائی، خاک را از تو بچہ نسبت روشنائی۔ گفت او محنت من
دارد من محبت نقطۂ کہ او بر زبر دارد و من در زیر دارم و عشق در محلی کہ
اثبات یابد مرا و را زیر و زبر کند[2]"

فصل :- دیدۂ عقل از ادراک حقیقت عشق محجوب است عقل را قوت دید نور
عشق نباشد زیرا کہ عشق در مرتبۂ ماوراء عقل است و خود در طوری دیگر عقل را قوت
ادراک او نتواند بود عشق دریست در صدف جان نہان و جان در دریای قضا
غوص کردہ، عقل بر ساحل دریای قضا متوقف می شود و از خوف نہنگان بلا قدم
پیش نتواند نہاد۔ ای درویش عقل استاد مکتب معاش و معاد است اگر قدم درین
مکتب نہد اطفال این مکتب بآموختن ابجد عشق در کارش آرند عزیزی گفتہ است :

---

[1] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۴۶
[2] لوائح ص ۱۳، ص ۹۰

ابجد عشقت چو بیاموختم | پیرهن محنت و غم دوختم
کار غمت هم ز غمت ساختم | دام غمت هم ز غمم اندوختم
حاصل عشقت سه سخن بیش نیست | سوختم و ساختم و توختم

تمهیدات :- "اوّل ما خلق اللہ نوری، نور را ورا ابتدا و منشاء همه اختلافها و قسمتها کردند که فطرت اللہ التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق اللہ این باشد دانم که ترا در خاطر آید که محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) را ثمرۂ شجرۂ الٰہی می خوانند این چگونہ باشد اگر خواهی که شکست برخیزد نیک گوش دار اگرچه از برای این سخن خونم بخواهند ریختن اما هم دریغ نخواهم داشتن و بتبرک خود بخواهم گفتن دیگران چون که در بند خود بودند یارا و زهره گفتن نداشتند"[1]

تمهیدات :- دریغا کلمات آن جهانی را با لوح و کاغذ کو و کاں آوردم آن کس که هنوز حرف نشناسد خط مغلوبات را خواندن جهل بود و دانستن مغلوب از وی تمنّا باشد۔"[2]

غایة الامکان :- خداوندا این مخدرۂ غیبی را که هزاران سالست تا بحجاب عزّت محتجب است و بنقاب نور از دیدہ اغیار مستور، بر دست مشاطه هدایت و توفیق بر طالبانِ آخر الزمان جلوه کن و تشنگان آخر الزمان را که در بیدای حیرت سرگردانند بر دست ساقی لطف شربتی شافی فرست. عمر عالم بآخر رسید آخر این ۷ وساں چوں ماه از بهر کدام شاهان نام زدند؟ پادشاها! این سر اعظم را و این بد لازم را به بیانی روشن و ... مبین و مبرهن مقرون گرداں تا بود که گم گشتگان تیه ... وافتادگان غرقاب انکار و مبیش صورتاں که در دریدن پوستین بندگان گرگ صفت

گشتہ اند وخرمن عمل ریزہ خود را بآتش غیبت می سوزند و بباد بدگمانی بر می دہند بنور دلالت تو از دلالت جہالت برہند یا دلیل المتحرین و یا ارحم الراحمین[1]"

روشِ تحریر اور طرز نگارش کی چند اور مثالیں ان تصانیف کے دیباچوں سے دی جاتی ہیں جن کی یکسانیت اور مماثلت اظہر من الشمس ہے۔

رسالہ جمالی:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بہترین چیز ہا شکر است مر خدایرا کہ دارندۂ دوجہانست و دانندۂ آشکارا و نہانست۔ بس درود بر مصطفیٰ کہ سید ولد آدم ست و رحمت ایں عالم است و آں عالم۔ و بر اہل بتیش کہ نور شریعت محمد اند و از جہت خدای تعالیٰ منصور و موئد اند۔ اما بعد بدانکہ چوں اہل ضلالت بسیار کس اند واجب دیدیم عنایت نمودن در بیان مذہبی کہ سلف صالح برآں بودہ اند خواص و عوام رابداں اقتدا فرمودہ اند و کتابی کردیم دریں معنی بتازی و رسالہ علائیش نام کردیم از بہر خزانہ مولانا تاج الدین علاء الدولہ و چوں از کتاب بپرداختم ایں رسالہ بپارسی بساختم از بہر پادشاہ زادہ جمال الدین شرف الدولہ وایں کتاب را نام رسالہ جمالی کردیم و تفصیلش در سہ فصل یاد کنیم ان شاء اللہ[2]"

رسالہ یزداں شناخت:۔ الحمد للہ رب العالمین وصلوٰۃ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ الاجمعین، چوں ایزد تعالیٰ از جناب قدسی ازلی و بہدۂ غیب قدم، بندۂ از بندگانِ خویش برگزید و لباس اسعادت و حلیت کرامت

---

[1] غایت الامکان فی درایتہ المکان ص ۲۲-۲۳
[2] احوال و آثار عین القضاۃ ص ۱۱۱

دردی پوشاند ورقم اصطفیناه فی الدنیا بر ناصیۂ او کشید، ظاہر ترین دلائل ایں عنایت ولائح ترین وسائل ایں رعایت آں بود کہ در اوایل کار، متاع وطیبات آں عالم بروی عرضہ کند، واورا از آں نصیبی کامل وحظی وافر شامل گرداند۔ پس آں گاہ درمیان حطام دنیا وزخارف ایں عالم کون وفساد اورا بیاگاہند وبفیض علوی وتائید سماوی تحریکی وتنبیہی کنند تا اورا محقق شود ویقین بداند کہ سعادت وکرامت سرمدی، سعادت وکرامت آں جہانیست ونعیم ملک حقیقی نعیم ملک جاودانی، نہ سعادت ملک مجازی ایں جہانی۔ پس چوں ایں ضعیف را از مجلس عالی ایں حال معلوم بود واستعداد او در تحصیل شرف نفس می دیدم و صدق رغبت او بدانستن ایں علم شریف دانستم، خواستم کہ تقربی نمایم بحضرت او وتحفہ سازم مجلس اورا، وحقی گردانم کہ بالای ہمہ حق ہاست بلکہ قدرت بشری از رعایت ایں حق قاصر ماند۔ ایں رسالت را بپارسی ساختم وتا ایں (زماں) از محققان حکما از متقدمان ومتاخران مانند ایں نساختہ اند۔ وایں رسالہ را نام یزداں شناخت نہادم و برسہ باب قسمت کردم[۱]۔"

تمہیدات:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سپاس خدای را کہ آفرید عالم را نہ از اصلی ونہ بر مثالی واستعانت بکردگار معینی یعنی بیاری او ومراد وی از آفریدن عالم نہ آں بود تا خود را منفعتی ازاں حاصل کند یا مضرتی از خود دفع گرداند بلکہ بآفریدن پیدا کردن قدرت وظاہر کردن علت را تا عاقلاں بتوفیق وی راہ یابند وبدانند کہ او سبحانہ

[۱] رسالہ یزداں شناخت ص ۲۰۱

تعالیٰ حی است و قدیم است و مرید است و سمیع است و بصیر است و متکلم است و حکیم است و قادر است و باقی و یفعل الله ما یشاء و یحکم ما یرید۔ ہر چہ خواست کرد و ہر چہ خواہد کند نہ از طاعت مطیعان احدیت اورا کمالی و آرائشی نہ از معصیت عاصیان صمدیت اورا نقصانی و آلائشی۔ ہر کہ طاعت کرد آں نثاری بود کہ بر سر خود کرد و ہر کہ معصیت کرد آں تبری بود کہ بر پای خود زد۔ از تکاپوی آب و خاک مقدس است جلال او از گفتگوی خلائق منزہ است کمال او لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد۔ و صد ہزاران صلاۃ و صلوات و تحیات مبارکات بہ کالبد شریف و روح لطیف و خاک پاک آں صدر نبوت و تاج فتوت و ختم رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باد و بر خلفای نامدار و فرزندان وی کہ ہمہ سادات ملت و مہتران شریعت اند وسلم تسلیماً کثیرا۔ اما بعد ایں کتاب را تمہیدات نام نہادیم و بدہ تمہید قسمت کردیم برای عارفان و ارباب تحقیق و واقفان معنی تا دریں تاملی شافی کنند و تفکری صافی نمایند تا تذکری ایشاں را حاصل گردوان شاء اللہ تعالیٰ[۱]

غایۃ الامکان :۔" اعلم احسن اللہ تعلیمک و تفہیمک کہ چوں پادشاہ عالم تعالیٰ و تقدس بہ بندہ خیری خواہد اورا نجود آشنا گرداند و بقرب خودش بینا کند تا پیوستہ از قرب او اندیشد و ہموارہ اورا با خود و خود را با او بیند لاجرم حرمت و تعظیم صفت او گردد و اورا ہر دم راحت و انس می افزاید و دولتی از نو حاصل می شود و ہر شقاوت و حرماں کہ بر در در آں

---

[۱] ... ص ۱۲۲-۱۲۳

راہ یافت از آں یافت کہ خود را بوہم وخطا وخیال فاسد از حضرت مقدس او دور شمردند و بحجب غفلت از نواخت حضرت محجوب گشتند وصفت قرب بوہم کژ ایشاں باطل نشود لیکن ایشاں از دولت قرب وفوائد آں محروم ماندند وبسبب توہم بعد از آں حضرت ہزاراں بی ادبی دلوالعجبی از نہاد ایشاں سر برزد ومستوجب عذاب گشتند والعیاذ باللہ

.. .. نومید نیستم کہ صاحب دولتی از سر درد وطلب دریں نوشتہ نگاہ کند وازیں گنج معرفت برخوردار شود وما را بدعای خیر یاد دارد اکنوں پیش از شروع درغوص ایں رسالہ فصلی در توحید بنویسیم تا عاقل منصف را معلوم شود کہ تشبیہ خود در راہ روندگان امکان ندارد چہ در چشم شہود ایشاں جز حق تعالیٰ ہیچ چیز را خود وجود نیست ونتواند بود پس حق تعالیٰ را بچہ تشبیہ کنند چوں یا او خود ہیچ چیز نیست وایں مجموعہ را غایۃ الامکان فی درایۃ المکان نام کردیم حق تعالیٰ ایں کتاب شریف را سبب زیادتی ایمان ومعرفت خوانندہ وشنوندہ کناد وما را فتنہ خلق وخلق را فتنۂ ما مگرداناد بلطفہ وکرمہ وسعتہ؎

عین القضاۃ کے اسلوب کی ایک خصوصیت مخاطبت ومحاورہ ہے یہاں تمہیدات مکتوبات اور غایۃ الامکان سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت سے ادیبوں نے پسندیدہ طرز کی تقلید کی ہے لیکن یہ مسئلہ تقلید کا نہیں اسلوب اور لب ولہجہ کا ہے۔ صاحب طرز کا اسلوب ہمیشہ منفرد رہتا ہے اور جانا پہچانا جاتا ہے غالب کی مثال موجود ہے ان کی طرز میں جعلی غزلیں اور خطوط لکھے گئے لیکن اہل نظر

نے اپنے ذوق کامل کی بنا پر اصل اور نقل کا فرق محسوس کر لیا۔ غایۃ الامکان اور تمہیدات سے جو مثالیں دی جا رہی ہیں ان میں بنیادی عنصر لب ولہجہ ہے جس میں نقل یا تقلید کا امکان پیدا ہی نہیں ہو سکتا چند جملوں ہی میں بات بگڑ جاتی ہے چہ جائیکہ پوری تصنیف کسی طرز اور لب ولہجہ کی تقلید ہو۔ اس اصول کے عرض کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اگر شیخ محمود اشنوی نے غایۃ الامکان عین القضاۃ کے لب ولہجہ اور طرز کی پیروی میں تصنیف کی ہے تو یہ امکان محالات عقلی سے ہے بہر حال درج ذیل اقتباسات سے تمام امور واضح ہو جائیں گے:

تمہیدات:۔" ای دوست دین وطالب کلمات حق الیقین بدان کہ از سوالات تو جواب خواہم گفتن یکی اللہ نور السموٰت والارض و دیگر اول ما خلق اللہ نوری سیم المومن مرآۃ المومن[۱]"

" ای دوست اگر خواہی کہ سعادت ابدی ترا میسر شود یک ساعت صحبت یک حلولی را دریاب تا بدانی کہ حلولی کیست[۲]؟"

" ای دوست اگر تو خواہی کہ اشکال تمام حل شود بداں ہر مذہبی کہ ہست آنگہ مقرر و ثابت بود کہ قالب و بشریت بر جا بود و حکم و خطاب و تکلیف بر قالب است مادام کہ بشریت بر جا باشد[۳]"

"کامل الدولہ نوشتہ بود کہ در شہر میگویند کہ عین القضاۃ دعوی خدائی میکند و بقتل من فتوی میدادند۔ ای دوست اگر از تو نیز فتوی خواہند تو نیز فتوی بدہ من ہمہ را ایں وصیت می کنم کہ فتوی ایں آیہ

۱؎ احوال و آثار عین القضاۃ ص۱۲۴
۲؎ ایضاً ص۴۲
۳؎ ایضاً ص۵۱

نویسند وللّٰہ الاسماء الحسنیٰ فادعوبہا وذروالذین یلحدون فی اسمائہٖ من خود این قتل در سماع بدعائی خواہم"[1]

مکتوبات :۔ "جواں مردا تاکی؟ درخدمت شرف شاہ چرا خدمت خدای تعالیٰ نکنی کہ ترا و شرفِ شاہ را از قطرۂ بیافرید"[2]

"ای عزیز اگر گویم شب و روز جز بمعصیت مشغول نیستی برنجی"[3]

غایۃ الامکان :۔ "ای جواں مردی داں کہ این بیان کہ نوشتہ آمد کلید گنج معرفت ست کہ بدست تو دادم بل کہ در خزانۂ اسرار بکر ست کہ بر تو کشادم"[4]

"ای جوانمرد اگر تو کلمۂ ندانی تشنود بسبب تنگ حوصلگی علم تو بود و چوں براں انکار کنی و گوئی این خود نیست پس مجال علم تنگ گشت و بارگیٔ ہنر لنگ شد"[5]

"ای جوانمرد انصاف نمی دہی آخر اسرارِ صمدیت در مسائل سلم و رہن و شفعہ و اجارت چگونہ محصور گشت و دانستن آں بر اہل آں از چہ سبب روا نیست و چگونہ مقصور شد ای عجب"[6]

تمام داخلی اور خارجی شواہد سے یہ ثابت ہوا کہ رسالے کا اصل نام "غایۃ الامکان فی درایۃ المکان" ہے اور اس کے حقیقی مصنف عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ ابن محمد المیانجی الہمدانی ہیں۔ اس رسالے کے علاوہ انھوں نے چھوٹی بڑی بیس[20] کتابیں اور بھی تصنیف کی ہیں۔ دستیاب تصانیف کے مطابق ان کی تالیفات

---

[1] احوال و آثار عین القضاۃ ص۱۲۵ [2] ایضاً ص۲ [3] ایضاً ص۱۵۱ [4] غایۃ الامکان فی درایۃ المکان ص۱۱ [5] ایضاً ص۱۲ [6] ایضاً ص۵۲

کا موضوع ایمانیات، معرفت نفس، معرفت روح اور عشق ہیں۔ وہ ۴۹۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۲۵ھ میں قوام الدین ناصر بن علی ابوالقاسم درگزینی کے حسد و عناد کا نشانہ بنے تختہ دار پر آویزاں کرنے کے بعد ان کے تن مردہ کو سپرد آتش کر دیا گیا۔ غالباً کسی کاتب یا کسی شخص کی غلطی پر رسالہ غایۃ الامکان شیخ تاج الدین محمود ابن خداداد رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہو گیا اور پھر مرور ایام کے سبب چند دیگر بزرگوں کے نام سے بھی رسالہ مذکور کو نسبت دی گئی۔ بالآخر ڈاکٹر رحیم فرمنش نے جب اپنا تحقیقی مقالہ "احوال و آثار عین القضاۃ" مکمل کیا تو یہ رسالہ بھی دریافت ہوا اور انھوں نے اپنے تحقیقی مقالے کے ساتھ اس کو طبع کرا دیا اس رسالے سے متعلق دیگر تفصیلات احقر راقم السطور کے دیباچے یا مقدمے میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس مقدمے کی تکمیل کے سلسلے میں جناب فضل اللہ فاروقی صاحب نے جو آجکل ہمدرد دواخانہ (وقف) کے کتب خانے میں ہیں بے حد تعاون کیا اور ذاتی توجہ سے نوازتے رہے ان کا بہت ممنون ہوں۔ لیاقت نیشنل لائبریری کے عملے نے احقر سے ہمیشہ تعاون کیا میں ان حضرات کے نام سے آشنا نہیں ان کا بھی سپاس گزار ہوں۔ کراچی یونیورسٹی لائبریری میں اس رسالے کے ایک مخطوطے کی فلم موجود ہے ان کے انچارج صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ اس فلم سے نقل کرنے کے سلسلے میں کوئی دقت پیش نہ آئی جناب حکیم محمود احمد برکاتی صاحب جو اس احقر پر بہت زیادہ مہربان ہیں اور شفقت فرماتے ہیں ان کی سپاس گزاری کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں اس مقدمہ کی تکمیل میں حکیم صاحب موصوف نے استعانت فرمائی۔ میں عربی سے قطعاً نابلد ہوں جناب مولانا عمر احمد عثمانی سابق پروفیسر اسلامیات گورنمنٹ کالج ناظم آباد نے میرے لئے عربی عبارتوں کے ترجمے کئے ان کے لئے بے حد ممنون ہوں۔ محترم محمد بشیر قریشی مالک قریشی آرٹ پریس ناظم آباد کراچی

نے کامل اخلاص اور ہر طرح کی مالی منفعت سے بے نیاز ہو کر اس تالیف کی طباعت کا ذمہ لیا اللہ تعالیٰ انہیں اس حسن نیت کی جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست بدعا ہوں بار الہا اگر یہ تحریر حسن نیت اور دیانت علم کے ساتھ لکھی گئی ہے اور اس سے لوگوں کو کچھ فوائد بھی حاصل ہوں تو اس ناچیز تحریر کو قبول فرمائیں اور اگر اس تحریر کے کچھ نقصانات ہوں تو آپ اپنے فضل و کرم سے اسے رفع فرما دیں اور اپنے اس عاصی و خاطی بندے پر رحم فرمائیں اور اس کی خطا معاف فرما دیں۔ آمین

پنجشنبہ ۲۴ شوال ۱۴۰۳ھ — احقر

مطابق ۴ اگست ۱۹۸۳ء — لطیف اللہ

بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحيم

وبه نستعين رب تمم ـ الحمد لله الذی لا آخر لاولیته ولا اول لاخریته ولابطون لظاهریته ولاظهور لباطنیته ولاکیف لذاته ولاوصف لصفاته ولا مزاج لفوقیته ولاعلاج لصفته ولا این لمکانه ولاحین لزمانه ولاکنه لشأنه ولاحیث حیث هو ولا این این هو ولا متی حین هو هو کیف هو وهو کما ولا هو الا هو ولاهو بلاهو، ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَ[1] وصلّی اللّٰه علیٰ محمّد سیّد الوریٰ ونبیه المصطفیٰ واله مصابیح الدجیٰ وسلم علیهم تسلیمًا کثیرًا ، قال اللّٰه تعالیٰ واذا سالك عبادی عنی فانّی قریب اُجیب دعوة الداعِ[2] وقال تعالیٰ ونحن اَقْرَبُ الیهِ مِنْ حَبْلِ الورید[3] ـ اعلم احسن اللّٰه تعلیمك وتفهیمك که چون پادشاه عالم تعالیٰ تقدس به بنده خیری خواهد

---

[1] سورهٔ ۶ آیهٔ ۱۰۲ [2] سورهٔ ۲ آیه ۱۸۶ [3] سورهٔ ۵۰ آیهٔ ۱۶

اللہ کے نام سے شروع (کرتا ہوں) جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا (ہے)

اور ہم اسی کی مدد کے خواستگار ہیں اے رب (اسے) پورا فرما دے

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے، جس کی اوّلیت کا آخر نہیں اور جس کی آخریت کا اوّل نہیں اور جس کے ظاہر کا بطون نہیں اور جس کے بطون کا ظہور نہیں اور نہ اس کی ذات کی کوئی کیفیت ہے اور نہ اس کی صفات کی کوئی شرح ہے اور نہ اس کے فوق ہونے کی کوئی کیفیت ہے اور نہ اس کی صفت میں کوئی نقص ہے اور نہ اس کے مکان کا کوئی ٹھکانا ہے اور نہ اس کے زمان کی کوئی گھڑی ہے۔ وہ ہے جیسا بھی ہے۔ وہ ہے جہاں بھی ہے اور وہ نہیں ہے بجز اپنے آپ اور وہ نہیں ہے بغیر اپنی ذات.................. ذالکم اللہ ربکم لا الٰہ الا ہو (یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دنیا کے سردار عالی رتبہ اور برگزیدہ ہیں اور ان کی آل پر جو اندھیری رات کے چراغ ہیں، اللہ تعالیٰ کا درود ہو اور ان پر بہت بہت سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے' واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع (اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو قریب ہی ہوں منظور کر لیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، نحن اقرب الیہ من حبل الورید (اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ) اللہ تعالیٰ تم کو علم صحیح اور فہم درست عطا فرمائیں جان لو کہ پادشاہِ عالم تعالیٰ و تقدس بندے کی بھلائی چاہتے ہیں

او را بخود آشنا گرداند و بقرب خودش بینا کند تا پیوسته از قرب او باندیشد و همواره او را باخود و خود را با وبیند، لاجرم حرمت وتعظیم صفت او گردد ، و او را هردم راحت و انس می افزاید و دولتی از نو حاصل می شود و هر شقاوت و حرمان که بمرور در آں راه یافت از آں یافت که خود را بوهم خطا وخیال فاسد از حضرت مقدس او دور شمردند و بحجب غفلت از نواخت حضرت محجوب گشتند وصفت قرب بوهم کژ ایشاں باطل نشود لیکن ایشاں از دولت قرب و فواید آں محروم ماندند و بسبب توهم بعد از آن حضرت هزاراں بی ادبی و بوالعجبی از نهاد ایشاں سر برزد و مستوجب عذاب گشتند والعیاذ بالله.

سؤال : اگر گوئی که ذات مقدس از همهٔ صفات وسمات حدوث منزه است و مماسه و مقابله و محاذات اجسام و حلول در اجسام براو جایز نیست و حرکت وسکون و انتقال وتغیر وتقدر وتبعیض را بذات او راه نیست و نه بصفات او ، قرب با نزهت وقدس او از همهٔ عوارض حدثان چگونه فهم کنیم.

جواب : گوئیم هرچه وهم بداں رسد وعقل آں را صورت کند وخیال آں را برانگیزد وفهم آں را دریابد ذات وصفات رب العالمین ،

تو اس کو اپنے آپ سے آشنا کرتے ہیں اور اپنے قرب سے بینا کرتے ہیں تاکہ وہ بندہ مسلسل اس کے قرب کے خیال میں رہے اور مسلسل اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ اور خود کو اس کے ساتھ مشاہدہ کرتا رہے (اس طرح) یقیناً حرمت و تعظیم اس کی صفت ہو جائے گی اور ہر دم اس کو راحت و اُنس میں ترقی حاصل ہوگی اور (اسے) از سرِ نو (یقین کی) دولت حاصل ہوگی اور ہر بدبختی اور محرومی جو گزرتے وقت کے ساتھ بندوں میں راہ پاتی ہے اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے غلط وہم اور فاسد خیال کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ سے خود کو دور سمجھا اور غفلت کا پردہ پڑ جانے کی وجہ سے وہ بارگاہِ الٰہی کی نوازشوں سے محروم ہوگئے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفتِ قرب ان کی کج وہمی سے باطل نہیں ہو سکتی البتہ وہ دولتِ قرب اور اس کے فوائد سے ضرور بے نصیب رہے چنانچہ اسی توہم کے سبب ان کے باطن سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہزارہا بے ادبی اور بوالعجبی نے سر اٹھایا اور وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے، العیاذ باللہ۔

سوال: اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدس تمام صفات اور حدوث (چیز کا موجود ہونا جو پہلے نہ تھی) کے نشانات سے منزّہ ہے اور اجسام کی خصوصیات کہ وہ ایک دوسرے سے متّصل آمنے سامنے اور مقابل ہوتے ہیں یا اجسام کا ایک دوسرے میں حلول کرنا اس کی ذات پر جائز نہیں ہے اور حرکت و سکون اور انتقال تغیر اور اندازہ اور حصّوں میں تقسیم اس کی ذات و صفات پر منطبق نہیں ہو سکتے تو اللہ تعالیٰ کے قرب کو اس نزہت اور پاکی کے ساتھ تمام عوارض سے [illegible] ہوتے کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔

جواب: ہم کہتے ہیں: جہاں تک وہم کی رسائی ہے اور عقل ادراک کرتی ہے اور خیال اسے گرفت میں لاتا ہے اور فہم اس کو پاتی ہے، رب العالمین کی ذات ان تمام

از آں ہمہ منزہ مقدس و متعالی است و با این ہمہ از رگ جان تو بتو نزدیک تر است و از گویائی زبان تو بتو و از شنوائی گوش تو بتو و از بینائی چشم تو بتو و از دانائی دل تو بتو ، زیرا کہ قرب مخلوقات بیک دیگر جز بمجاز نتواند بود چہ بعد در قرب مجازی گنج دارد یا بصورت یا بہ معنی یا بوہم ، و قرب حقیقی جز قرب حق تعالیٰ نیست زیرا کہ قرب صفت اوست و صفت او جز حقیقت نباشد و قرب حقیقی آن باشد کہ بہ ہیچ وجہ قابل بعد نباشد نہ بصورت و نہ بہ معنی و نہ بوہم و نہ بہ خیال ، و فہم کردن قرب بدین کمال با تنزہ تقدس ذات حق تعالیٰ از ہمہ عوارض حدثان و سمات نقصان بہ غایت غامض و باریک است و این سر عزیز را فہم نتوان کرد جز بہ معرفت امکنۂ جسمانیات و روحانیات و ازمنۂ ایشان تا معرفت قرب حق تعالیٰ برآں بنا افتد باکمال تقدس و تنزہ و نفی حلول و اتحاد و تشبیہ و شناخت این سر الاسرار کلید کنوز معرفتست و سبب رسیدن بہ حضرت مالک الملوک ، بایستی کہ ما این اسرار عزیز بزرگوار را در صمیم جان و سویدای دل مخزون و مکنون داشتیمی نہ از راہ بخل بلکہ از راہ عزت و نفاست و لیکن عذر در جلوہ کردن این مخدرہ آنست کہ وقتی در اثنای سخن و حالتی گرم بر زبان ما برفت کہ لفظ مکان در اخبار آمدہ است آنرا انکار نباید کرد و لیکن مکان ہر چیزی بباید شناخت

سے منزّہ، پاک اور بلند ہے اور ان تمام کے باوصف وہ تمہاری شہ رگ تمہاری زبان کی گویائی، تمہارے کان کی سماعت، تمہاری آنکھ کی بینائی اور تمہارے دل کی دانائی سے زیادہ نزدیک ہے کیونکہ مخلوقات کا ایک دوسرے سے قرب مجازی ہی ہوسکتا ہے۔ قربِ مجازی میں دوری بھی شامل ہے خواہ یہ دوری صورت یا معنی یا وہم کسی حیثیت میں ہو۔ اور قربِ حقیقی کا اطلاق سوائے حق تعالیٰ کے نہیں ہوتا کیونکہ قرب اس کی صفت ہے اور اس کی صفت بجز حقیقت اور کچھ نہیں ہوتی اور قرب حقیقی وہ ہوتا ہے جو کسی سبب سے بھی قابلِ بعد نہیں ہوتا۔ نہ صورت و معنی کی حیثیت سے نہ وہم وخیال کی حیثیت سے، اور ذاتِ حق تعالیٰ کی اس کمال تنزیہہ اور تقدس کے ساتھ اس کے قرب کو تمام عوارض اور نشانات کے نقص کے پیشِ نظر سمجھ لینا بہت ہی گہرا اور نازک معاملہ ہے۔ اور اس گرامی راز کو جسمانیات و روحانیات کے زمان و مکان کی معرفت کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔ جب یہ بات سمجھ آجائیگی تو حق تعالیٰ کے قرب کی حقیقت کمال تنزیہہ و تقدس کے اثبات کے ساتھ اور حلول اتحاد اور تشبیہ کی نفی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے۔ اس سرّالاسرار کی شناخت ہی معرفت کے خزانوں کی کنجی ہے اور مالک الملوک کی بارگاہ تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اس گرامی و بزرگ راز کو اپنے جان و دل کی گہرائیوں میں چھپا کر رکھتے، بخل کے سبب سے نہیں بلکہ اس راز کی نفاست و آبرو کے خیال سے لیکن کیا کریں اس پردہ نشیں کو جلوۂ عام پر لانے کی یہ وجہ ہوئی کہ ایک دفعہ برسبیلِ تذکرہ جب گفتگو زوروں پر تھی ہماری زبان سے نکل گیا کہ لفظ مکان چونکہ احادیث میں آیا ہے[1]، اس کا انکار نہ کرنا چاہیے لیکن ہر چیز کا مکان پہچاننا چاہیے تاکہ تشبیہ

---

[1] مثلاً حدیث قدسی میں "وارتفاع مکانی" اور ایک حدیث میں "لایخلو

تا تشبیه از راه برخیزد پس جماعتی کور دلان و شوربختان از سر تعصب وحسد وعناد وجود این کلمه را دست آویز کردند و برنجانیدن ما میان دربستند ورقم تشبیه برما کشیدند و به تکفیر ما حکم کردند و فتویٰ دادند ناچار از بهر اظهار برائت ساحت خود از غبار تشبیه این مخدرهٔ عذرا را برآن عنینان علم طبیعت عرض بایست کرد و این یوسف با جمال را بدان کوردلان جلوه بایست داد اگرچه معلوم بود که درد تعصب وحسد درمان نپذیرد و آب باران که مادهٔ حیاتست مردار را جز تباهی نیفزاید، قال الله تعالیٰ : اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ کُلُّ آیَةٍ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ[۱] لیکن نومید نیستم که صاحب دولتی از سر درد وطلب درین نوشته نگاه کند واز این گنج معرفت برخوردار شود و ما را بدعای خیر یاد دارد اکنون بیش از شروع درغوص این رساله فصلی در توحید بنویسیم تا عاقل منصف را معلوم شود که تشبیه خود در راه روندگان امکان ندارد چه در چشم شهود ایشان جز حق تعالیٰ هیچ چیز را خود وجود نیست ونتواند بود پس حق تعالیٰ را به چه تشبیه کنند چون با او خود هیچ چیز نیست و این مجموعه را غایة الامکان فی درایة المکان نام کردیم حق تعالیٰ این کتاب شریف را سبب زیادتی ایمان و معرفت خواننده و شنونده گناد و ما را فتنهٔ خلق وخلق را فتنهٔ ما مگرداناد به لطفه وکرمه وسعته

۱- سورۂ ۱۰ آیۂ ۹۶ و ۹۷

کا گمان باقی نہ رہے۔ بس یہ کہنا تھا کہ شور بختوں اور کور دلوں کی ایک جماعت نے تعصب اور حسد، عناد اور انکار کی راہ سے اس بات کو بہانہ بنا لیا، اور ہمیں تکلیف پہنچانے پر کمر بستہ ہو گئے اور ہم پر تشبیہ کا الزام اور کفر کا حکم لگایا اور فتویٰ دے دیا، تب مجبوراً اپنی ذات کی برائت کے خیال سے اس پردہ نشین دوشیزہ کو تشبیہ کے غبار سے نکال کر ان نامرد طبعی علم والوں پر ظاہر کرنا پڑا۔ اور اس یوسف پُر جمال کا جلوہ ان دل کے اندھوں کو دکھانا پڑا اگرچہ معلوم تھا کہ تعصب و حسد کا مرض علاج قبول نہیں کرتا اور بارش کا پانی کہ مادۂ حیات ہے، مُردار کو مزید گلا سڑا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے، ان الذین حقت علیہم کلمت ربک لا یومنون ولو جاءتہم کل آیۃٍ حتّٰی یرو العذاب الالیم (یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی (یہ ازلی) بات (کہ ایمان نہ لاویں گے) ثابت ہو چکی ہے وہ کبھی ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل (ثبوتِ حق کے) پہنچ جاویں جب تک کہ عذابِ دردناک نہ دیکھ لیں (مگر اسوقت ایمان نافع نہیں ہوتا)) میں نا امید نہیں ہوں شاید کوئی دولت (عشق) رکھنے والا دردمندی اور طلب کے خیال سے اس تحریر پر نگاہ ڈالے اور معرفت کے اس خزانے سے بہرہ مند ہو، اور ہمیں دعائے خیر میں یاد رکھے۔ اب اس رسالے کے معنیٰ کی حقیقت تک پہنچنے سے قبل ابتدا میں ایک فصل (حقیقت) توحید پر لکھتا ہوں تاکہ منصف مزاج عقلمند کو معلوم ہو جائے کہ سالکین کی راہ میں تشبیہ کا بذاتِ خود کوئی امکان نہیں ہوتا کیونکہ ان کی چشمِ شہود میں حق تعالیٰ کے سوا کوئی شئے اپنا وجود نہیں رکھتی اور نہ ایسا ہو سکتا ہے، پس حق تعالیٰ کو کس شئے سے تشبیہ دیتے ہیں جب وہ خود کوئی شئے نہیں اور اس مجموعہ کا نام " غایۃ الامکان فی درایۃ المکان " رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ اس کتاب شریف کو پڑھنے والے اور سننے والے کے ایمان و معرفت کی ترقی کا سبب بنائیں اور ہم کو خلق کے فتنہ کا اور خلق کو ہمارے فتنے کا باعث نہ بنائیں بلطفہ وکرمہ وسعتہٖ۔

فصل فی التوحید

قال الله تعالی: وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ[1] روندگان طریقت گفته اند: ما وصل الیه واصله وما وحد الله غیر الله. و در مناجات حسین منصور است رحمة الله علیه: انزهك عما وحدك الموحدون: و شیخ الاسلام عبدالله انصاری رحمة الله علیه این معنی را نظم کرده است شعر:

ما وحد الواحد من واحد　　اذ کل من وحده جاهد
توحیده ایاه توحیده　　ونعت من ینعته لاحد
توحید من ینطق عن وصفه　　عاریة ببطلها الواحد

و مصنف راست رحمة الله علیه در این معنی شعر:

جلت معالي قدس وحدة ذاته　　عن ان تطور به زو والا طوار
هیهات ان تصطاد عنقاء البقا　　بلعا بهن عناکب الافکار

۱- سورۂ ۲ آیت ۱۶۳

فصل توحید کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الّا ھو الرحمٰن الرحیم (اور ایسا معبود) جو تم سب کا معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود (حقیقی) ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہی) رحمٰن ہے رحیم ہے)

سالکانِ طریقت کا قول ہے جو اس تک پہنچ گیا وہ کبھی نہیں پہنچا اور اللہ کی وحدانیت اللہ کے سوا کسی نے ثابت نہیں کی اور حسین منصور رحمۃ اللہ علیہ[1] کی مناجات میں ہے "میں تجھ کو اس سے منزّہ کرتا ہوں جو موحدوں نے تیری توحید کے لئے کہا ہے" اور شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ[2] نے اس مفہوم کو نظم میں بیان فرمایا ہے۔ "اس کی توحید کوئی ایک بھی بیان نہیں کر سکا اور جن لوگوں نے بیان کی ہے وہ محض کوشش کی ہے، اللہ کی وحدانیت کا بیان اسی کی توحید ہے اور جو اس کا وصف بیان کرے اس کی توصیف الحاد ہی الحاد ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کی توصیف بیان کرتا ہے وہ ایک استعارہ ہے جس کو اللہ کی ذاتِ یکتا جھٹلا دیتی ہے۔"

اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مفہوم میں عرض کیا ہے" اس کی وحدت ذات کے تقدس کی بلندیاں اس سے عظیم ہیں کہ اہلِ حال اس کے حال تک پہنچ سکیں۔ ناممکن ہے کہ افکار کی مکڑیاں اپنے لعاب سے بقا کے عنقا کا شکار کر سکیں۔"

---

[1] ابوالمغیث حسین بن منصور حلاج بیضاوی مقتول ۳۰۹ھ سرچشمہ تصوف در ایران ص ۱۹۶ طہران ۱۳۴۳ ش

[2] ابو اسمٰعیل عبداللہ بن ابو منصور محمد انصاری ہروی متوفی ۴۸۱ھ ایضاً ص ۲۰۴

هرچه وصمت اثنینیت وسمت خلقیت دارد از توحید اعظم جز پندار ندارد وحق جل جلاله متفردست با دراک کنه وحدانیت عظمی و مستأثرست باسمی که از آن وحدانیت مبنی باشد اسم واحد داحد داحد وفرد وجواد واجود وآنچه بدین ماند بر وحدانیت عظمی هیچ دلالت ندارد زیراکه این اسامی عدد وقلت وانتفاع ضمایم وقراین اقتضاکند وساحت قدس احدیت از این همه منزه ومقدس است و نصیبهٔ خلقیت از طلب این واحدنیت جز نظارگی این جمال وجلال بودن نیست، نه حرکت وهم درا وگنجد ونه عبارتی ازو دست دهد ونه اشارتی بدو ممکن گردد بیت:

عاشقانرا چه روی با توجز آنک لب بدو زند و در تو می نگرند
بر درِ تو مقیم نتوان بود حلقهٔ میزنند و می گذرند

الا آنکه توحیدی دیگر هست که آنرا توحید الطف گویند و آن خلعت خاکیانست از حضرت لطف رحمانیت وعطف رحیمیت و آن سه نوعست: اوّل توحید قولیست و آن توحید عامهٔ مومنان راست و دوم توحید علمی و آن توحید خواص است و سیم توحید عملی و آن توحید اخص خواص است، اما توحید قولی است که بگوید بشرط موافقت دل، قول: اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له، و این قالب وصورت توحیدست ونجات یافتن از شرک جلی بدو منوط

جو شخص دوئی کے عیب میں مبتلا ہے اور آفرینش کے حدود میں محصور ہے وہ توحیدِ اعظم کے بارے میں بجز گمان کے کچھ نہیں رکھتا۔ حق جلّ جلالہٗ وحدانیتِ عظمیٰ کی حقیقت کے ادراک کے ساتھ متفرد ہے اور ایسے اسم کے ساتھ مستاثر ہے جس سے وحدانیت کا اظہار ہوتا ہے (حقیقت میں) اسم واحدٗ احدٗ اوحدٗ فردٗ جواد اور اجود اور جو (اسم) اسی طرح کے ہیں، کوئی وحدانیت عظمیٰ پر دلالت نہیں رکھتے کیونکہ یہ اسماء تعداد، قلّت، دوری، مجموعہ اور قرائن کے مقتضی ہیں اور قدس احدیت کی وسعت ان تمام باتوں سے منزّہ اور مقدّس ہے اور اس وحدانیت کی طلب سے مخلوق کے حصے میں سوائے اس کے جمال و جلال کی نظارگی کے اور کچھ نہیں ہے، نہ حرکت وہم کی اس میں سمائی ہے نہ عبارت کا اس میں دخل ہے اور نہ اشارت سے وہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ بیت:۔

عاشقوں کی کیا مجال ہے سوائے اس کے کہ اپنے ہونٹ سی لیں اور تیری ذات (جمال و جلال) کو تکتے رہیں۔ تیرے آستانے پر مقیم نہیں ہو سکتے بس (کچھ دیر کے لیے) حلقہ ڈالتے ہیں اور وہاں سے گزر جاتے ہیں۔

البتہ ایک توحید اور ہے۔ اسے توحید اللطف کہتے ہیں اور وہ انسانوں کی خلعت ہے جو بارگاہِ رحمانیت کے لطف اور رحیمیت کی مہربانی سے عطا ہوئی ہے اور وہ تین قسم کی ہے۔ اوّل توحیدِ قولی ہے وہ عام مسلمانوں کی توحید ہے، دوسرے توحید علمی ہے جو خواص کی توحید ہے، تیسرے توحید عملی ہے جو خواص میں سے خاص حضرات کی توحید ہے

توحید قولی وہ ہے کہ موافقتِ دل کی شرط کے ساتھ کہے اشہدان لآالٰہ الاالله وحدہ لاشریک لہٗ (میں گواہی دیتا ہوں بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں) یہ توحید کا قالب اور اس کی صورت ہے اور شرکِ جلی سے نجات حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے اور نفس و مال کے

وعصمت دما و اموال بدو مربوط وسبب جریانِ جملهٔ احکام اسلامست ورستن از خلود در دوزخ و رسیدن بنعیم مقیم ثمرهٔ اوست و این توحید از زوال و تزلزل دور ترست و بسلامت وثبات نزدیکتر از توحید - کسانی که بعقل تاریک شده بدود غفلت، و اسیرمانده دربند شهوت، ومحجوب گشته درحجب فضول، قصد سرا پردهٔ عزت توحید کنند زیراکه بآلت وعدت عقل صافی از غفلات و مجرد از شهوات بتوحید رسیدن هم محالست تا بعقل تاریک مختصر چه رسد، شکرهٔ عقل چون درعالم توحید پرواز کند شکار او جز شبهت و شکوک نباشد و متکلم دلیل توحید میگوید و فرامینماید که موقن است و اندرون بشک وشبهت آگنده ، وابن السقاء بغدادی برکنار دجله باستاد و صد دلیل بر توحید و وحدانیت حق بولا فروخواند پس ترسا شد وسوگند یاد کرد که بعد هر دلیلی که بر توحید گفته ام دلیلی بر ثالث ثلاثة بگویم، اگر یک دلیل از دلایل توحید برا و روشن شده بودی همانا که هرگز او را این واقعه نیفتادی -

اما توحید علمی موقوفست بمعرفت مکان و زمان و دانستن، حقیقت آن، و هرگز نتواند که کسی را بر وحدانیت الطف

سبب گناہ سے حفاظت اسی سے مربوط ہے اور اسلام کے تمام احکام کے نفاذ کی یہی بنیاد ہے اور عذابِ دوزخ سے رستگاری اور جنّت کی نعمتوں تک رسائی اس کا ثمرہ ہے۔ یہ توحید زوال وانحطاط سے پاک ہے اور سلامتی وثبات سے نزدیک تر ہے۔ وہ لوگ جو غفلت کے دھویں سے عقل کے ساتھ سیاہ ہو گئے اور قیدِ شہوت میں گرفتار رہے۔ اور جن پر فضول (باتوں کے) پردے پڑ گئے، وہ کس طرح عزّتِ توحید کا سراپردہ اٹھانے کا ارادہ کر سکتے ہیں جبکہ عقل صافی جو غفلتوں اور شہوتوں سے مجرد ہو چکی ہو اس کے ذریعے سے توحید تک رسائی محال ہے تو تاریک ومحدود عقل کے ذریعے توحید تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا عقل کا شکرہ جب عالم توحید میں پرواز کرتا ہے تو شکوک وشبہات کے سوا کوئی شکار اسے نہیں ملتا اور متکلم توحید پر دلیل لاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے، لیکن (درحقیقت) اس کا باطن شک وشبہ میں آلودہ ہوتا ہے۔ ابن السقا بغدادی نے ساحلِ دجلہ پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور حق تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت پر پے در پے سو دلائل دیے، اس کے بعد مشرک ہو گیا اور قسم کھا کر کہا کہ اب ہر اس دلیل پر جو توحید پر میں نے دی ہے تین میں سے تیسرے[1] پر دوں گا۔ اگر دلائل توحید میں سے ایک دلیل بھی اس پر روشن ہوتی تو اسے یہ واقعہ ہرگز پیش نہ آتا۔

لیکن توحید علمی زمان ومکان کی معرفت اور ان کی حقیقت کے علم پر موقوف ہے۔ جب تک کوئی شخص مکان اور زمان کی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتا وہ وحدانیت (الطف

[1] عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ اقانیم ثلثہ ہے یعنی باپ، بیٹا، روح القدس۔ یہاں مراد ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ثبوت۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس واقعہ کے بعد ابن السقا بغدادی نے نصرانیت اختیار کر لی تھی ملاحظہ فرمائیں

اطلاع افتد حقیقت مکان و زمان ناشناخته ، و هرگز نتواند بود که کسی بداند بحقیقت که حق عز و جل ہیچ چیز نماند و ہیچ چیز از ہیچ وجه بدو نماند مکان و زمان ناشناخته و هرگز نتواند بود که کسی بداند که حق تعالی نه درون عالمست و نه بیرون و نه متصلست بعالم و نه منفصل از عالم با آنکه یک ذره در کل عالم از او خالی و دور نیست مکان و زمان ناشناخته ، و هرگز نتواند بود دانستن ایجاد کن فیکون و دانستن استحالت خاموشی بر حق تعالی و دانستن آنکه او متکلم است ازلاً و ابداً با آنکه سخن او یکیست بی تعدد و تبعض ، و تغیر و تکرر نپذیرد و دانستن آنکه صد و چهارده کتاب که به پیامبران فرستاده یکی چون تواند بود و دانستن آنکه حق تعالی بی وجود موسی (ع) و پیش از وجود کوه طور با موسی چون گفت که : فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ[1] وچرا او این سخن بعبرانی شنید و بی عیسی چون سخن گفت و او چرا بسریانی شنید و بی مصطفی صلی الله علیه وسلم با او چون سخن گفت و او چرا بتازی شنید با آنکه سخن قدیم او از این همه مقدس و منزه و مطهر است و دانستن اولیت و آخریت و ظاهریت و باطنیت حق تعالی و دانستن آنکه حق تعالی بیک علم همهٔ معلومات نامتناهی را میداند و بیک قدرت همهٔ مقدورات نامتناهی را می تواند و بیک شنوائی همهٔ مسموعات نامتناهی را می شنود و بیک بینائی همهٔ مرئیات را من الازل الی الابد بدفعهٔ واحده می بیند و بیک ارادت قدیم ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

۱ـ سورهٔ ۲۰ آیهٔ ۱۲

سے واقف نہیں ہو سکتا' اور جس نے مکان و زمان کو نہیں جانا' اس کے لئے یہ حقیقت جاننا بھی ناممکن ہے کہ حق عزّ وجلّ کسی شے کے ساتھ نہیں رہتے اور کوئی شے کسی طرح بھی ان کے ساتھ نہیں رہتی، اور وہ شخص جو زمان و مکان سے واقف نہیں ہے اس کے لئے یہ جاننا بھی ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ نہ عالم کے اندر ہیں اور نہ باہر، اور نہ عالم سے متصل ہیں نہ منفصل، دراں حالیکہ ہر ذرّہ کائنات ان کے بغیر اور ان سے دور نہیں' اور کُن فیکون کی ایجاد کا جاننا بھی ناممکن ہے اور حق تعالیٰ کے لئے خاموشی کا محال ہونا بھی سمجھ میں نہیں آسکتا' اور اس بات کا جاننا بھی ممکن نہیں ہے کہ حق تعالیٰ ازلاً اور ابداً متکلّم ہیں اور یہ کہ ان کا کلام تعدد اور تقسیم کے بغیر ایک ہے۔ اس میں تغیّر و تکرار واقع نہیں ہوتے' اور اس کا علم بھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر جو ایک سو چودہ کتابیں نازل فرمائیں وہ ایک کس طرح ہو سکتی ہیں۔ اور اس (حقیقت) کا علم بھی ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کے وجود میں آنے کے بغیر اور کوہِ طور کی پیدائش سے قبل یہ کس طرح فرمایا فاخلع نعلیک (پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو) اور موسیٰ علیہ السّلام نے اس کلام کو عبرانی میں کیوں سُنا اور عیسیٰ علیہ السّلام کے (وجود میں آتے) بغیر عیسیٰ علیہ السلام سے کیوں کلام کیا اور انہوں نے اسے سریانی میں کیوں سنا اور مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے (دنیا میں تشریف لاتے) بغیر آپ سے کلام کیا اور آپؐ نے اس کلام کو عربی میں کیوں سُنا' حالانکہ حق تعالیٰ کا کلام قدیم ان تمام باتوں سے مقدس، منزّہ اور پاک ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی اوّلیت و آخریت' ظاہریت و باطنیت کا جاننا بھی ممکن نہیں ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ بیک علم تمام نامتناہی معلومات کا علم رکھتے ہیں اور بیک قدرت تمام نامتناہی مقدورات کو (وجود) عطا فرما سکتے ہیں اور بیک سماعت تمام نامتناہی مسموعات کو سُن سکتے ہیں اور بیک نگاہ ازل سے ابد تک تمام مرئیات کو ایک ہی دفعہ میں دیکھ سکتے ہیں اور بیک ارادۂ قدیم تمام

همهٔ مرادات را می خواهد دانستن وشناختن

این همه ممکن نیست جز بشناختن ودانستن زمان ومکان حق تعالی، وعلی الجمله شناختن معظم صفات وذات قدیم او ودانستن سبعی یا بیشتر از قرآن مجید که درین معنی منزلست و دانستن قدم قرآن ودیگر کتب موقوف است بدانستن مکان وزمان حق تعالی، وما درعقب این فصل هر دو را شرحی وکافی بنویسیم چنان که عاقل منصف را درو مجال انکار نماند واگر کور دلی از سر جهل مفرط وعقل مختلط در ورطهٔ عناد وجحود افتد واز قبول لفظ زمان ومکان نفور شود وبر تفریع وتشنیع اصرار نماید هیچ باک نباشد شعر :

علی نحت القوافی من معادنها وما علی اذا لم یفهم البقر

در فارسی گفته اند بیت :

ژرف دریا گرز وگهر زاید بدهان سگی نیالاید

اما توحید عملی بر سه درجه است : درجهٔ اول آنست که نفحهٔ از نفحات قدم وجذبهٔ از جذبات کرم وبرقی از بروق عدم وبر وجه قبول باستقبال اقبال قدم رونده آید وسبل جهل وغشاوهٔ غفلت از چشم حقیقت بین او بردارد ، فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ[1] مرید صادق زیرک دوربین در پرتو آن برق تیز بنگرد خویشتن را بعد از دعوی توحید وحسبان وصول بر میان زنار یابد ونفس خود را مشاهده کند

۱ـ سورهٔ ۵۰ آیهٔ ۲۲

مرادات کو چاہتے ہیں۔ ان تمام (امور) کا علم و معرفت بغیر حق تعالیٰ کے زمان و مکان کے علم و معرفت کے ممکن نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی قدیم ذات اور اس کی عظیم صفات کی معرفت اور سات یا اس سے زائد صفات جو قرآن مجید میں وارد ہیں ان کا علم اور قرآن اور دیگر کتبِ سماوی کے قِدم کا علم حق تعالیٰ کے مکان و زمان کے علم پر موقوف ہے اور ہم اس فصل کے بعد ان باتوں کو شافی و کافی شرح کے ساتھ لکھیں گے کہ منصف مزاج عاقل کو اس میں انکار کی مجال نہ ہوگی اور اگر کوئی دل کا اندھا حد سے زیادہ جہالت اور عقل کی کجی کی بنا پر، عناد و انکار کے گڑھے میں گرتا ہے اور لفظِ زمان و مکان کے قبول کرنے سے گریز کرتا ہے اور مسئلہ کو اس کی اصل سے ہٹانے اور بدگوئی پر اصرار کرتا ہے تو ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

شعر:- میرے ذمے تو قافیوں کو ان کے معادن سے سنوارنا ہے اور مجھ پر کوئی ملامت نہیں جبکہ خر دماغ اسے نہ سمجھ سکے۔ اور فارسی میں کہا گیا ہے۔ بیت

ایسے دریا جن کی تہہ میں موتی پیدا ہوتے ہیں، ان کا پانی کتے کے منہ سے ناپاک نہیں ہوتا۔

لیکن توحید عملی کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ قِدم کی خوشبو کی مہکوں میں سے ایک مہک کرم کے جذبات میں سے ایک جذبہ اور عدم کی تجلیوں میں سے ایک تجلی مقبولیت کے سبب سالک کے اقبالِ قدم کے استقبال کے لئے آتے ہیں اور نادانی کی راہیں اور غفلت کا پردہ اس کی حقیقت بیں نظر سے اٹھا دیتے ہیں۔ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید (سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ (غفلت کا) ہٹا دیا سو آج (تو) تیری نگاہ بہت تیز ہے)۔ مرید صادق ہوشمند دورِ بین اس برقِ تیز کے پرتو میں دیکھتا ہے، اور توحید کے دعویٰ اور معیبت دبلا کے وصول کے بعد اپنی کمر میں زنار پاتا ہے اور اپنے نفس کا مشاہدہ کرتا ہے کہ ہزار

که دربیش هزار صنم سجود می کند آتش غیرت که سوزندهٔ غیرت در سینهٔ او زبانه زدن گیرد و آب حسرت از دیدهٔ او دویدن گیرد مدتی بدرد بنالد و در طلب شفاء آن درد با هر چیزی بسگالد تا آنگه که او را روشن شود که راحت هم از آن کارگا تواند آمد که جراحت آمد. وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ [1] روی نیاز بحضرت بنده نواز آورد و راز با آن کارساز گوید و غم دل خود بحضرت علام الغیوب وکشاف الکروب عرضه دهد چون اضطرارش بغایت رسد و بنهایت انجامد وعدهٔ : اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ [2] بانجاز پیوندد، ندائی درسراو در دهندکه ای سلیم القلب ندانستی که معبود تو آنست که مقصود تست، اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ [3] تو غیر ما می خواهی غیر ما می پرستی، هر چه دلبند تست خدا وند تست، و هر چه هوای تست خدای تست، گفتن و دانستن که الله یکیست چه سود، چو تو در پیش هزار بت سجود می کنی، علم بی عمل وبالست و قول بی فعل نکال، اگر می خواهی که توحید تو مسجل شود دل یکتا کن و از غیر ما تبرا جوی، تا فعل تو مصدق قول تو گردد، پس مرید مجاهدهٔ نو آغاز کند و بقطع علایق و عوایق مشغول گردد و در جد و تشمیر تقصیر نکند

۱- سورهٔ ۹ آیه ۱۱۸ ۲- سورهٔ ۲۷ آیهٔ ۶۲

۳- سورهٔ ۴۵ آیهٔ ۲۳

بتوں کے آگے سجدہ ریز ہے۔ غیرت کی آگ جو غیر کو جلانے والی ہے، اس کے سینے میں بھڑکنے لگتی ہے اور اشک حسرت اس کی آنکھوں سے بہنے لگتے ہیں۔ مدّتوں اس درد سے نالہ انگیز رہتا ہے اور اس درد سے شفا کی طلب میں ہر چیز سے الگ ہو جاتا ہے حتّٰی کہ اس پر یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ راحت بھی اسی کارگاہ سے حاصل ہو سکتی ہے جس سے جراحت ملی ہے وظنّوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ (اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے) اپنا ردئے نیاز درگاہِ بندہ نواز کی طرف کرتا ہے اور اپنا راز اس کارساز سے عرض کرتا ہے اور دل کے غم کو علّام الغیوب اور رنج کی گرہوں کو کھولنے والے کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور جب اس کی بیقراری غایت درجے تک پہنچ جاتی ہے تو وعدۂ (الٰہی) امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء (یا وہ ذات جو بیقرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور (اس کی) مصیبت کو دور کرتا ہے) وفا ہو جاتا ہے اس کے باطن میں آواز آتی ہے کہ اے سلیم القلب تو نہیں جانتا جو تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود ہے افرایت من اتّخذ الٰہہ ھواہ (سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہشِ نفسانی کو بنا رکھا ہے) تو ہمارے غیر کو چاہتا اور ہمارے غیر کی پرستش کرتا ہے، سو جو تیرا محبوب ہے وہی تیرا خداوند ہے اور جو تیری خواہش ہے سو وہی تیرا خدا ہے۔ یہ کہنا اور جاننا کہ اللہ ایک ہے اس کا کیا حاصل ہے جبکہ ہزاروں بتوں کے آگے سجدے میں پڑا رہتا ہے۔ ایسا علم جو بغیر عمل کے ہو۔ وبال ہے، اور ایسا قول جو بغیر فعل کے ہو رسوائی ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا ایمان بالتوحید مستند ہو جائے، تو اپنے دل میں ایک ... جگہ دے اور ہمارے غیر سے لاتعلق ہونے کی کوشش کر، تاکہ تیرا فعل تیرے قول کی تصدیق کر دے۔ چنانچہ مرید از سرِ نو مجاہدے کا آغاز کرتا ہے اور علائق و موانعات کو دور کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی کوشش اور عزم میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ ٹال مٹول کو

وتاخیر روا ندارد تا بمدد عنایت وحسن کفایت غیب ہمہ آرزو ہا از
او فرو ریزد والتفات بما سوی اللہ نکند دل او مجرد ویکتا گردد و
مدح وذم ورد وقبول خلق نزد او یکساں شود وملجار ومفزع او در کل
احوال حضرت مالک الملوک بود، چوں رونده بدیں صفت گردد بدرجہ
اول از توحید علمی رسیدہ بود،

درجہ دوم آنست کہ چنداں نور ظہور حق برجان رونده آشکارا گردد
ہمہ اجزای وجود بیش چشم شہود او در اشراق آں نور ذرہ وار روی در
نقاب تواری کشد بر مثال تواری ذرہ ہای ہوا در اشراق نور آفتاب
ذرہ را در نور آفتاب نتواں دید، نہ از آں کہ ذرہ نیست شد بل از
آں کہ با ظہور نور آفتاب ذرہ را جز تواری وتلاشی روی نیست ،
اذا تجلی اللہ لشئ خشع لہ ، چوں سلطان نور ظہور بظہور
نور صفت مشرق شود ذرہ ہای اکوان را جز تواری روی نباشد ،
نہ آنکہ صفت بندہ صفت خدای گردد یا بدو بپیوندد یا بدو منضم
شود یا درو مضمر گردد، تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً ، ونہ نیز آنکہ
بندہ نیست شود، بحقیقت نابودن دیگرست ونادیدن دیگر، چوں
تو در آینہ نگری آینہ را نہ بینی زیرا کہ مستغرق جمال خودی ونتواں
گفت کہ آینہ نیست شد یا آینہ جمال شد یا جمال آینہ شد، دیدن
قدرت در مقدورات ہمچنیں داں

اس کام میں روا رکھتا ہے، یہاں تک اللہ تعالیٰ کے حسنِ کفایت اور مددِ عنایت سے خواہشاتِ نفسانی اس کے دل سے نکل جاتی ہیں اور وہ ماسوی اللہ کی جانب قطعی التفات نہیں کرتا، اس کا دل مجرّد و یکتا ہو جاتا ہے۔ اس کے نزدیک مخلوق کی تعریف و مذمت اور ردّ و قبول یکساں ہو جاتے ہیں اور تمام احوال میں اس کی پناہ و پناہ گاہ بارگاہِ مالک الملوک ہو جاتی ہے۔ جب سالک میں یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے تو اسے توحید عملی کا پہلا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

دوسرا درجہ وہ ہے کہ سالک کی روح پر حق تعالیٰ کے نور کا اس درجہ ظہور ہوتا ہے کہ اس کی چشمِ شہود کے سامنے تمام اجزائے وجود اس نور کے طلوع ہونے پر ذرّات کی مانند چھپ جاتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح ہوا کے ذرّے نورِ آفتاب کے طلوع ہونے پر پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ نورِ آفتاب میں ذرّے نظر نہیں آتے، اس وجہ سے نہیں کہ ذرہ نیست ہو جاتا ہے بلکہ نورِ آفتاب کے ظہور کے سبب ذرّے کے لئے معدوم ہو جانا اور چھپ جانا ہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شئے پر تجلّی فرماتے ہیں تو اس کے اندر خشوع (محبت آمیز خوف) پیدا ہو جاتا ہے۔ جب نورِ ظہور کا بادشاہ اپنی صفت نور سے اپنے ظہور کے ساتھ برآمد ہوتا ہے تو ذرہ ہائے کائنات کو پوشیدہ ہونے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ نہ تو بندے کی صفت اللہ تعالیٰ کی صفت بن جاتی نہ یہ کہ اس سے متّصل ہو جاتی ہے یا اس کے ساتھ ضم ہو جاتی یا (اس میں) مضمر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور برتر ہیں، اور یہ بات بھی نہیں ہے کہ بندہ نیست ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں ناپید ہو جانا کچھ اور بات ہے اور نظر نہ آنا کچھ اور بات ہے۔ جب تم آئینہ میں نگاہ کرتے ہو تو حقیقت میں تم آئینہ نہیں دیکھتے، کیونکہ خود اپنے جمال میں مستغرق ہوتے ہو۔ اب یہ تو کہا ہی نہیں جا سکتا کہ آئینہ معدوم ہو گیا۔ مقدورات میں قدرت کے دیکھنے کو بعینہٖ اسی طرح سمجھنا چاہئے ارباب

بی تفاوت ، وار باب قدم این را الفنا فی التوحید گویند و منزلة الاقدام است ، بسیار کس از روندگان را اینجا قدم بلغزیده است و بهرشیوهٔ باطل بیرون رفته اند وجز بدلالت علم و آلت ذکا و مدد توفیق الٰہی و بدرقهٔ پیر رسیدهٔ صاحب دیده این بادیه را قطع نتوان کرد وروندگان دریں مقام تفاوت : باشند ، کس باشد که در هفتهٔ یکساعت دریں حضرت بیش بار نیابد ، وکس باشد که در روزی یکساعت ، وکس باشد که دو ساعت ، وکس باشد که بیشتر اوقات مستغرق شهود حضرت بود ویکساعت غایب نباشد ، و از خواجهٔ اسلام قدس الله روحه العزیز شنیدم که هرکه سه شبانه روز دریں مقام تواند شد شگرف مردی شریف کسی باشد بیت :

اندریں بحر بی کرانه چو غوک

دست وپائی بزن چه دانی بوک

اندریں راه اگرچه آں نکنی

دست وپائی بزن زیاں نکنی

دریغ باشد که درچنیں مملکتی باایں طول وعرض تماقدم گاهی نباشد - خداوندا عزیزانی راکه روی بدین درگاه آورده اند مدد فرست تا بمنتهای ایں دولت رسند وشر اخوان الشیاطین از روزگار ایشاں دور دار ووکیل ایشاں در دفع تفرقه و درهمه احوال ودرهمه کارتو باش ونعم الوکیل -

قدم اس حالت کو فنافی التوحید کہتے ہیں یہ قدموں کے پھسلنے کی جگہ ہے۔ سالکین میں سے بہت سوں کے قدم اس مقام پر لغزش کھا جاتے ہیں اور باطل تعبیرات کے سبب راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ سوائے علم کی رہنمائی، ذہن کی تیزی۔ اللہ تعالیٰ کی مددِ توفیق اور واصل باللہ اور روشن ضمیر مرشد کی رہبری کے اس صحرا کو طے نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقام میں سالکین کے درمیان خاصہ تفاوت ہوتا ہے کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ہفتے میں ایک ساعت سے زیادہ اس بارگاہ میں بار نہیں پاتا، کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ایک دن میں ایک ساعت اور کوئی دو ساعت اور کوئی بیشتر اوقات حضرتِ شہود میں مستغرق رہتا ہے اور ایک ساعت بھی غافل نہیں ہوتا۔ اور میں نے خواجہ اسلام[1] اللہ تعالیٰ ان کی روحِ عزیز کو پاک فرمائے سنا ہے کہ جو کوئی اس مقام میں تین دن اور تین رات رہے وہ مردِ عجیب اور شرف یافتہ انسان ہوتا ہے۔ بیت

اس بے کراں سمندر میں مینڈک کی مانند تدبیر کے ساتھ زیادہ کاوش کر۔ اگر اس راہ میں تجھ سے زیادہ جد و جہد نہ ہو سکے تو کم سہی۔ یہ صورت بھی نفع سے خالی نہیں ہے

افسوس ایسی مملکت میں جس کا اس قدر طول و عرض ہو تمہیں پیر رکھنے کی جگہ نہ ملے۔ خداوندا اُن عزیزوں کے لئے جنہوں نے اپنے چہروں کو اس درگاہ کی جانب کر لیا ہے (غیب سے) مدد فرمائیے تاکہ اس دولت کی منتہا کو پہنچ سکیں اور اخوان الشیاطین کا شمران کے شب و روز سے دور رکھئے اور ان کے حالِ تفرقہ کے دفع کرنے میں اور ان کے تمام احوال اور تمام اعمال میں آپ ان کے کارساز بن جائیے۔ بے شک آپ ہی کارساز ہیں۔

[1] جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات میں تحریر فرمایا ہے کہ عین القضاۃ نے دو بزرگوں سے فیض صحبت حاصل کیا۔ شیخ محمد بن حمویہ م ۵۳۰ھ اور احمد غزالی م ۵۲۰ھ خود عین القضاۃ ۵۲۵ھ میں بر سر دار کئے گئے۔ قرینۂ حالات سے مستنبط ہوتا ہے کہ خواجہ اسلام سے مراد شیخ احمد غزالی ہی ہیں۔ واللہ اعلم۔ نفحات الانس ص ۲۶۸ طہران ۱۳۳۶ ش

درجۂ سوم الفنا : عن الفنا ست ، وآں آنست کہ از کمال استغراق وقوت استماع احساس رونده بفنا۔ خود وآگاہی از فنای خود ودانستن آں کہ آں سلطان ظہور جمال وجلال است ، بیک صدمت رخت وجود در چشم شہود باکتم عدم برد وہمہ از و بیفتد چہ آگاہی رونده دریں ہمہ درنظر رونده طریقت ہمہ اشارت بتفرقہ می کند وعین الجمع وجمع الجمع اینجاست کہ خود را بل کل کائنات را در نور ظہور حق گم کند وآگاہی خود از گم کردن ہم گم کند وازیں گم کردن ہم گم شود، ہیچ نہ بیند جز حق ونہ بیند کہ ہیچ نمی بیند جز حق : محوٌ فی محوٍ وطمسٌ فی طمسٍ ، نہ اسمست اینجا ونہ رسم ، نہ وجودست دریں قدم ونہ عدم نہ عبارتست دریں مقام ونہ اشارت ، نہ عرشست دریں عالم ونہ فرش ، نہ اثرست دریں بحر ونہ خبر ، کوکب : کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ [1] جز دریں اقلام ندرخشد و روح نسیم : كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [2] جز دریں فضا بمشام روح نرسد ، انا الحق وسبحانی ، جز دریں مقام نپذیرد توحید بی شرک جز دریں دارالملک صورت نبندد ، وآنچہ گفتہ آمد علم توحیدست چہ حقیقت توحید ازیں توحید مقدسست ، روش فلاسفہ ومعتزلہ درعلم توحید معکوس منکوس بود ، بچشم احول درجمال توحید نگرستند یکی را دو دیدند کہ بل صد ہزار روش ایشاں در دیدن اسباب اثبات خودی بود لاجرم چنداں ظلمت از خودی خود برایشاں کمیں گشود

۱۔ سورۂ ۵۵ آیۂ ۲۶ ۲۔ سورۂ ۲۸ آیۂ ۸۸

تیسرا درجہ فنا عن الفنا (فنا سے بھی فنا) ہے اور وہ یہ ہے کہ استغراق کے کمال اور استماع کی قوت سے سالک کو اپنی فنا کا احساس اور اپنی فنا کی معرفت (حاصل ہو) اور یہ علم بھی ہو کہ وہ (ذات) جمال و جلال کے ظہور کا سلطان ہے اور ایک ہی چھپٹے میں رختِ وجود کو منصۂ شہود سے عدم کے پردے میں لے جا سکتی ہے اور یہ سب اس (کی نگاہ) سے دور کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ان سب (احوال) میں سالک کی معرفت سالک طریقت کی نظر میں تفرقہ کی نشاندہی کرتی ہے۔ اور عین الجمع اور جمع الجمع یہ مقام ہے کہ خود کو بلکہ کل کائنات کو حق تعالیٰ کے نور ظہور میں گم کر دے اور اپنی معرفت کے گم کرنے کو بھی گم کر دے اور اس گم کرنے سے بھی گم ہو جائے۔ سوائے حق کے کچھ نہ دیکھے، یہ بھی خیال نہ کرے کہ وہ حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں دیکھ رہا ہے۔ مٹنے میں مٹنا اور گم ہونے میں گم ہونا۔ اس مقدس مقام میں نہ اسم ہے نہ رسم، اس قدم میں نہ وجود ہے نہ عدم، نہ اس مقام میں عبارت ہے نہ اشارت، نہ اس عالم میں عرش ہے نہ فرش، اس بحر میں نہ اثر ہے نہ خبر، اس اقلیم میں سوائے کل من علیہا فان، (جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جاویں گے) کے کوئی ستارے نہیں چمکتے اور اس فضا میں سوائے کل شیئٍ ہالک الا وجہہ (سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے) کی روحِ نسیم کے مشامِ روح تک کوئی خوشبو نہیں پہنچتی۔ اس مقام کے سوا "انا الحق" و "سبحانی" (کہنا) قابلِ قبول نہیں۔ سوائے اس دارالملک (مقام) کے بے شرک توحید معیّن نہیں ہوتی۔ یہ کہا گیا ہے کہ علم توحید ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ توحید کی حقیقت اس توحید سے مقدس ہے۔ عالم توحید میں فلاسفہ او[illegible] کی روش الٹی اور پوچ ہوتی ہے بھینگی آنکھ سے جمال توحید کو دیکھتے ہیں جو ایک ہے اسے دو دیکھتے ہیں بلکہ سد[illegible] (دیکھتے ہیں) اثباتِ خودی کے لئے ان کا ڈھنگ یہ ہے کہ اسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ خود ان کی خودی سے اس قدر ظلمت ان پر مستولی ہوتی [illegible]

کہ حق را تعالیٰ گم کردند و در تیہ حیرت و غیرت سرگشتہ شدند و جملہ صفات او را منکر گشتند و او را جز بسلب صفات وصف نکردند وگفتند ما موجودیم او را موجود نتواں گفت ، و ما عالمیم او را عالم نتواں گفت ، ما قادریم او را قادر نتواں گفت ، اما او را معدوم وجاہل وعاجز ہم نتواں گفت ، وہمچنیں در ہمہ صفات باز روش ایں جوانمرداں در اسقاط حدوث و اثبات قدم بود لاجرم چنداں نور ظہور حق تعالیٰ برجان ایشاں آشکارا گشت کہ ما دون اللہ در شعشعہ شعاع آں نور مقدس ناچیز نمود و ہمہ صفات کمال ونعوت جمال وجلال در حق او جل جلالہ اثبات کردند ونفی غیر او واجب دیدند وگفتند عالم اوست و دیگراں ہمہ جاہل ، قادر اوست و دیگراں ہمہ عاجز بلکہ موجود بحقیقت اوست و دیگراں ہمہ معدومند۔ بیت :

عرش با فرش پیش چشم شہود
عدم صرف ومحو محض نمود

تفاوت نگر میاں آں روش وایں روش ، وایں روندہ وآں روندہ ہمانا تو از تنگ حوصلگی وبے حاصلی و از فرط نابینائی ونادانی خود ایں کلمات را شطح نام کنی وطامات لقب نہی ، لعزت ذوالجلال کہ عین تحقیق وتوحید است وہر توحید کہ جز اینست دلیل وعلیلست و دریں مقام مزلۃ الاقدام بسیارست

اس میں حق تعالیٰ کو نہ پا سکے اور بیابانِ حیرت وغیرت میں سرگشتہ رہے اور حق تعالیٰ کی جملہ صفات کے منکر ہو گئے اور حق تعالیٰ کی تعریف بجز سلب صفات نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم موجود ہیں، اسے موجود نہیں کہا جا سکتا' ہم عالم ہیں اسے عالم نہیں کہا جا سکتا' ہم قدرت رکھتے ہیں اسے قادر نہیں کہا جا سکتا' لیکن اس کو معدوم' جاہل اور عاجز بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح تمام صفات کے بارے میں یہی روش ہے۔ اس کے برخلاف ان جوانمردوں کی روش (اہلِ حق کی روش) حدوث کو ساقط اور قدم کو ثابت کرنے میں ہوتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ہست ہیں مخلوق نیست ہے) یقینی طور پر حق تعالیٰ کے ظہور کا نور اس قدر ان کی روح پر آشکار ہوا کہ اللہ کے سوا ہر شئے اس نورِ مقدس کی شعاعوں کی تابناکی میں نابود محسوس ہوتی اور انہوں نے تمام صفات کمال اور اوصاف جمال وجلال کا اس جلّ جلالہٗ کے حق میں اثبات کیا اور حق تعالےٰ کے غیر کی نفی ان پر واجب ہوئی اور انہوں نے کہا کہ عالم وہ ہے دوسرے تمام جاہل ہیں، قادر وہ ہے دوسرے تمام عاجز ہیں۔ بلکہ حقیقت کے ساتھ وہی موجود ہے دوسرے تمام معدوم ہیں۔ بیت:۔

چشم شہود کے سامنے عرش فرش کے ساتھ عدم محض رہ جاتا ہے، محو شدہ معلوم ہوتا ہے۔

اُس روش اور اِس روش میں جو تفاوت ہے غور کرو' اور اس سالک اور اس سالک میں (جو فرق ہے ظاہر ہے) شاید تم اپنی تنگ حوصلگی، بے حاصلی، بے بصری اور نادانی کی زیادتی کے سبب ان باتوں کو شطح کا نام دو اور لاف وگزاف لقب رکھو۔ قسم ذوالجلال کی قسم کہ یہ عین تحقیق اور عین توحید ہے اور جو توحید بھی اس کے سوا ہے استدلالی ہے اور کمزور ہے[1]۔ اس مقام میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اور اس مقام میں لغزشوں کا

---

[1] پائے استدلالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ورای آنچه گفته آمد و هرگز دو رونده در مقام توحید بر یک قدم نبوده اند ونخواهند بود ودر هر قدمی آنچه فرود اوست بنسبت با او تاریک نماید و بعد ازین بقدم عدم بواسطۀ جذبه از حدوث بقدم باید رفت تا آنگاه که بعالم بقا دررسد، وهناک مالاعین رأت ولا اذن سمعت و لاخطر علی قلب بشر، ودانم که ترا درد این دولت و دولت این درد نباشد، اما باری بایمان قبول کن تا غبار موکب این سلاطین دین برچهرۀ روزگار تو نشیند وطراز اعزاز تو گردد واز آن مباش که ؛ وَاِذْلَمْ یَهْتَدُوا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَا اِفْكٌ قَدِیْمٌ[1]، بالله التوفیق

۱- سورۀ ۴۶ آیۀ ۱۱

امکان بہت زیادہ ہے اور ہرگز دو سالک مقام توحید میں ایک قدم پر نہیں ہوتے اور نہ ہوں گے۔ یہاں ہر پچھلا قدم اگلے قدم کی نسبت سے تاریک نظر آتا ہے۔ اس کے بعد عدم کے قدم اور جذب الٰہی کی مدد سے، حدوث سے قدم کی طرف بڑھنا چاہئے، یہاں تک کہ سالک عالم بقا تک پہنچ جائے، اور یہی وہ بات ہے جس کے متعلق فرمایا گیا کہ اس مقام کی ہر شئے ایسی ہے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے قلب نے اسے محسوس کیا اور میں جانتا ہوں کہ تمہیں اس دولت کا درد اور اس درد کی دولت حاصل نہیں ہے لیکن ایک بار (اس حقیقت کو) ایمان ولقین کے ساتھ قبول کر دتا کہ دین کے ان سلاطین کی سواری کا غبار تمہاری زندگی کے چہرے پر بیٹھ جاتے اور تمہارے قبائے اعزاز کو زیادہ آراستہ کرے اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جن کے متعلق کہا گیا ہے واذلم یہتدو بہ فسیقولون ہٰذا افک قدیم (اور جب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے کہ یہ قدیم جھوٹ ہے) اور توفیق اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

فصل فی بیان المکان

امداد لطف الٰہی و اعداد عطف پادشاہی نثار روزگار کسی باد که دریں فصل بدیدهٔ انصاف نگرد نه بدیدهٔ خلاف، ومضمون آں را از راه طلب حق تصفح کند نه ازراه تتبع عثرات، که پادشاه تعالیٰ غیور است اسرار صمدیت خود را با ہیچ جاحد درمیاں ننهد بلکه عین سر را ستر سر گرداند و بنزدیک گوینده ایں کلمات آنست که درمیان آسمان و زمین ہیچ سری عزیز تر و بزرگوار تر از سر مکان و زمان نیست، چه بیشتر اسرار که مشائخ طریقت و علماء حقیقت درآں سخن گفته اند اسرار کار حق است تعالیٰ و تقدس. و معرفت مکان و زمان و شناختن آں معرفت ساحت ذات و صفات اوست و ہر که مکان و زمان بشناسد او را از معرفت ذات و صفات مقدس بهره بیشتر باشد، واز غایت عزت ایں سر است که مشائخ طریقت از عهد اوّل تا عهد ما درآں ہیچ سخن نگفته اند و بالیت که ما نیز ہیچ اشارات نکردیمی، وَلٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا۔ ۱

۱- سورۂ ۸ آیۃ ۴۲

فصل مکان کے بیان میں

لطف الٰہی کی بخشش اور عنایت پادشاہی کی کثرت اس شخص کی زندگی پر نشانہ ہو جو اس فصل کو نظر اعتراض سے نہیں بلکہ بنظر انصاف پڑھے اور غور کرے اور اس کے مطالب کو باطل کی پیروی کے خیال سے نہیں بلکہ طلب حق کی خاطر مطالعہ کرے کہ پادشاہ تعالیٰ غیور ہیں اور اپنی صمدیت کے اسرار کو کسی منکر پر منکشف نہیں کرتے بلکہ عین راز ہی کو پردۂ راز بنا دیتے ہیں اور کہنے والے (مصنف کتاب ہذا) کے نزدیک یہ ایسے کلمات ہیں کہ آسمان و زمین میں مکان و زمان کے راز سے زیادہ کوئی راز عزیز اور بزرگ نہیں ہے کیونکہ بیشتر راز جو مشائخ طریقت اور علمائے حقیقت نے اس باب میں بیان کئے ہیں حق تعالیٰ و تقدس کی فعالیت کے اسرار ہیں (مکان و زمان کے اسرار بیان نہیں کئے ہیں) اور مکان و زمان کی معرفت اور اس کا عرفان (دراصل حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی وسعتوں کی معرفت ہے۔ اور جس کسی کو مکان و زمان کا عرفان حاصل ہے، وہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت سے زیادہ بہرہ مند ہے۔ یہ اس راز کی غایت عزت کا سبب ہے کہ مشائخ طریقت نے قرن اول سے ہمارے عہد تک اس خصوص میں کچھ ارشاد نہیں کیا ہے۔ اور افسوس کہ ہم بھی اس بات کو بیان نہیں کرتے ولکن لیقضی اللہ امراً کان مفعولا لیکن تاکہ جو بات اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے)، اب سب سے پہلے

اکنوں اول بدلیل سمعی اشارت کنیم کہ حق تعالیٰ را مکانست پس بدلایل شرعی اثبات کنیم کہ بجہت مخصوص نیست پس آں مکاں را بیاں کنیم چناں کہ مستفاد بود از مشاہدات بصائر، و جملہ را بعبارتی سہل سلس ادا کنیم و در تعقید نکوشیم تا فہم کردن آں آسان بود۔

اما بیاں آنکہ حق تعالیٰ را مکانست از راہ براہین سمعی و آیات قرآن مجید کہ شواہد معرفتست و اخبار و آثار صحیح کہ مقاعد سنت و جماعتست و دلایل اجماع امت کہ قواعد امور ملتست:

اما آیات قرآن قولہ تعالیٰ: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ[۱] وقولہ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ الیٰ قولہ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَمَا كَانُوْا[۲]

وقولہ تعالیٰ: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ[۳]

وقولہ تعالیٰ: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ[۴]

۱- سورۂ ۵۷ آیۃ ۴ ۲- سورۂ ۵۸ آیۃ ۷ ۳- سورۂ ۵۰ آیۃ ۱۶
۴- سورۂ ۵۶ آیۃ ۸۵۔

ہم سمعی دلائل بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا مکان ہے پھر دلائل شرعی سے ثابت کریں گے کہ حق تعالیٰ کا مکان کسی جہت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، الغرض اس مکان کو بیان کریں گے جو مشاہدات بصیرت سے مفہوم ہوتا ہے، ان تمام امور کو ہم سادہ اور سلیس عبارت میں بیان کریں گے اور ادائے مطلب کو دقیق نہ ہونے دیں گے تاکہ مسئلہ کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

اب اس سلسلے میں کہ حق تعالیٰ کا مکان ہے سمعی دلائل اور قرآن مجید کی آیات جو معرفت کے شواہد ہیں اور صحیح احادیث و آثار جو سنت و جماعت کی بنیاد ہیں، اور امت کے اجماع کی دلیلیں جو ملت کے امور کے قواعد ہیں بیان کیے جاتے ہیں۔

پہلے قرآن کی آیات سمجھ لیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وھو معکم اینما کنتم (اور تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو۔ اور فرمایا مایکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ۔۔۔۔۔ الی قولہ ۔۔۔۔۔ الا ھو معھم اینما کانو (کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (یعنی اللہ) نہ ہو اور نہ پانچ کی (سرگوشی) ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ

اس (عدد) سے کم میں ہوتی ہے (جیسے دو یا چار آدمیوں میں) اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں) اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ) ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لاتبصرون (اور ہم (اس وقت) اس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک

وقوله تعالی : وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ[1] ومثال ذلك کثیر فی القرآن، ومفهوم از ظاهر این همه آنست که حق تعالی با همهٔ ذره های وجود بذات موجود است الا آنکه معیت او با اجسام نه چون معیت اجسامست با اجسام یعنی در مکان اجسام، زیرا که او جسم نیست و نه چون معیت جواهر با اجسام یا چون معیت اعراض با جواهر و اجسام، زیرا که او جوهر و عرض نیست آری معیت روح با جسد مثال معیت حقست تعالی با کل کائنات، زیرا که روح نه درون قالبست و نه بیرون، و نه متصلست بقالب و نه منفصل از قالب، بلکه روح از عالمی دیگرست و قالب از عالمی دیگر. و بر روح از عوارض اجسام چون دخول و خروج و اتصال و انفصال و غیر آن جایز نیست و با این همه ذرهٔ از ذره های قالب نیست که روح بحقیقت با او موجود نیست

۱- سورهٔ ۱۰ آیهٔ ۶۱

ہوتے ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے) اور فرماتے ہیں وما یعزب من ربک
من مثقال ذرۃٍ فی الارض ولا فی السماء (اور آپ کے رب (کے علم) سے
کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں
(بلکہ سب اس کے علم میں حاضر ہیں) اس طرح کی مثالیں قرآن میں
بہت ہیں ، ان تمام کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ تمام
ذرہ ہائے وجود کے ساتھ بذاتہ موجود ہیں ، البتہ حق تعالیٰ کی اجسام[1]
کے ساتھ معیت اس طرح کی نہیں ہے جس طرح اجسام کے مکان میں
اجسام کی معیت اجسام کے ساتھ ہے کیونکہ حق تعالیٰ جسم نہیں ہیں
اور نہ اس طرح جس طرح جواہر[2] کی معیت اجسام کے ساتھ ہے یا اعراض[3] کی
معیت جواہر اور اجسام کے ساتھ ہے کیونکہ حق تعالیٰ جوہر و عرض نہیں
ہیں البتہ (کسی درجہ میں) روح کی بدن کے ساتھ معیت حق تعالیٰ
کی تمام کائنات کے ساتھ معیت کی مثال ہو سکتی ہے کیونکہ روح نہ قالب کے
اندر ہوتی ہے اور نہ باہر نہ قالب سے متصل ہوتی ہے اور نہ قالب سے منفصل
بلکہ روح دوسرے عالم سے ہے ، اور قالب دوسرے عالم سے اور
روح پر اجسام کے عوارض کا اطلاق ، جیسے داخل ہونا ، باہر آنا ، متصل ہونا
اور منفصل ہونا وغیرہ جائز نہیں ہے لیکن بایں ہمہ قالب کے ذرات
میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے جس میں فی الحقیقت روح موجود نہ ہو

---

[1] اصطلاح میں جسم کا مطلب ایسا مرکب جو طول ، عرض اور عمق رکھتا ہو

[2] جوہر عرض کی ضد اصل پیدائش اور ہر چیز کا مادہ جو اپنی ذات میں قائم ہو

[3] عرض ۔ جوہر کی ضد ظاہر ہونے والی شئے ۔

در مکانی کہ لائق لطافت روحست ، معیت حق تعالی با خلق ہم برین مثالست : من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ، اشارت بدین سرست پس حل کردیم این آیات را بر مکانی کہ لایق قدس و پاکی او باشد تاہم با ہمہ ذرہ ہای وجود موجود باشد وہم از ہمہ منزہ ومقدس ومتعالی بود وبعد ازین در تفصیل امکنہ بیان آن مکان گفتہ آید انشاء اللہ ۔

اما اخبار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم درین معنی بسیار است : قولہ علیہ افضل الصلوٰۃ بروایۃ انس بن مالک رضی اللہ عنہ یقول اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی ووحدانیتی وفاقۃ خلقی الی واستوائی علی عرشی وارتفاع مکانی ، انی استحیی من عبدی وامتی یشیبان فی الاسلام ان اعذبہما ۔ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ وعظمتی وجلالی وارتفاع مکانی لا یدخل الجنۃ احد وقلبہ مظلم ۔ واین لفظ عزتی وجلالی وارتفاع مکانی در اخبار بسیار آمدہ است اگر ہمہ بنویسیم دراز شود وغرض ما از یکی حاصلست ۔

اپنے ایسے مکان میں جو روح کی لطافت کے لائق ہے۔ خلق کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت کی مثال ایسی ہی ہے، جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچانا (اس مقولے میں) اسی راز کی جانب اشارہ ہے۔
پس ہم نے ان آیات قرآنی کا اطلاق حق تعالیٰ کے ایسے مکان پر کیا جو ان کی ذات کی قدسیت اور پاکی کے لائق ہے۔ وہ ذات تمام ذرہ ہائے وجود کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی تمام سے منزہ، مقدس اور عالی ہے۔ اس مکان کا بیان فصل امکنہ میں کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔

جان لیں کہ اس معنی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بہت سی ہیں۔ آنحضرت علیہ افضل الصلوٰۃ کا ارشاد انس[1] بن مالک کی روایت سے ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "مجھے اپنے عزت وجلال وحدانیت اور میری طرف میری مخلوق کی احتیاج، اپنے عرش پر میرے استویٰ اور میرے بلندی مکان کی قسم کہ مجھے اپنے بندے اور بندی سے جو اسلام میں بوڑھے ہو جائیں شرم آتی ہے کہ میں انہیں عذاب دوں"
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "میری عظمت وجلال اور بلندی مکان کی قسم جنت میں ایسا کوئی آدمی داخل نہ ہو سکے گا، جس کا دل تاریک ہے۔ اور یہ الفاظ "عزتی" "وجلالی" و "ارتفاع مکانی" احادیث میں بہت سے مقام پر آتے ہیں۔ اگر ہم سب کو تحریر کریں تو طوالت ہو گی اور ہمارا مقصد تو ایک سے حاصل

لہ ابو تمامہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں اسلام لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ وفات ۹۳ھ
الاعلام از زرکلی صہ ۱۳۲ جلد ۱

و امیر المؤمنین علی وثوبان رضی اللہ عنہما روایت میکنند از سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمودہ : قال موسیٰ علیہ السلام یارب اقریب انت فاناجیک ؟ ام بعید فانادیک ؟ فانی احس حس صوتک ولا اراک این انت ؟ فقال اللہ تعالیٰ لہ انا خلفک وامامک وعن یمینک وعن شمالک وانا جلیس عبدی حین یذکرنی وانا معہ اذا دعانی، ودر تفسیر حریری آمدہ است بہ روایت ابان از انس رضی اللہ عنہما کہ گفت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم روزی بمردی بگزشت وآں مرد گفت : والذی احتجب بسبع سمٰوٰت ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مہ انہ فوق کل شیئ

•

ہوجاتا ہے اور امیرالمومنین علیؓ[1] اور ثوبانؓ[2] رضی اللہ عنہما، سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے پروردگار کیا تو قریب ہے کہ میں تجھ سے مناجات کروں یا تو دور ہے کہ تجھے پکاروں کیونکہ میں تیرے حسن صوت کو محسوس کررہا ہوں لیکن تجھے دیکھ نہیں رہا تو کہاں ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا میں تیرے پیچھے ہوں تیرے آگے ہوں تیرے دائیں ہوں اور تیرے بائیں ہوں اور میں اپنے بندے کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ اور تفسیر حریری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے توسط سے حضرت اَبانؓ[3] رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ایک شخص کے پاس سے گذرے اس شخص نے عرض کیا اس ذات کی قسم جو سات آسمانوں کے حجابوں میں مستور ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو! وہ ہر چیز کے اوپر ہے

---

[1] ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چہارم خلیفہ راشد۔ شہادت [illegible] آپ [illegible] حدیثوں کے راوی ہیں۔ اعلام [illegible]

[2] ابوعبداللہ ثوبان بن بجدد رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کرکے آزاد فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ [illegible] شاہ معین الدین ندوی جلد ہفتم ص [illegible] میں وفات پائی

[3] ابوالولید ابان بن سعیدؓ بن العاص [illegible] بحرین کے عامل بنائے گئے۔ وفات [illegible]

وتحت کل شیئ وقد ملاء کل شیئ عظمته ، وہم آنجاست روایت
از ابن عباس رضی اللہ عنہ : من زعم انہ صعد من الصخرۃ التی فی
بیت المقدس فقد سہا بل استوی امرہ فوق بریتہ ولبطن تحت ارضہ
فلم یخل منہ مکان ولا سماء ولا ارض ولا بر ولا بحر ولا ھواءٌ وہو عز و
جل بکل مکان ، ودر تفسیر حریری است از ابن عباس رضی اللہ عنہ
کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم این آیۃ برخواند کہ : هُوَالْاَوَّلُ وَ
الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ [۱] پس گفت ہو الاول لم یکن قبلہ شیئ
وہو الاخر لیس بعدہ شیئ ، ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم فلو دلی لبعضہم
الی الارض لدلی علی اللہ ، لانہ لایخلو منہ مکان ، وہم در اخبار ست کہ
ان اللہ تعالیٰ ما حل فی شیئ ولا غاب عن شیئ ، وجملۂ ایں اخبار
دلالت میکند صریح بر اثبات مکان مرحق تعالیٰ را ، ونیز در ہر یک
از آں دلالت صریحست .

---

۱ - سورۂ ۵۷ آیۃ ۳

ہر چیز کے نیچے ہے اور اس کی عظمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ اور دہیں (تفسیر حریری ہیں)، حضرت ابن عباس[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو خیال کرتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس صخرے سے جو بیت المقدس بیں ہے بلند ہوئے تو اس نے سہو کیا بلکہ حق تعالیٰ کا امر اپنی مخلوق کے اوپر اور اس کی زمین کے نیچے مستوی ہوا۔ جب مستوی ہے، تو اس سے کوئی مکان نہ آسمان نہ زمین نہ بر نہ بحر خالی نہیں ہے اور اللہ عزوجل ہر جگہ ہے۔ اور تفسیر حریری ہی یں ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت تلاوت فرمائی ہو الاول والآخر والظاہر والباطن (دہی پہلے ہے اور دہی پیچھے ہے اور دہی ظاہر ہے اور دہی مخفی ہے) اور فرمایا وہ ایسا اوّل ہے جس سے پہلے کوئی شئے نہیں وہ ایسا آخر ہے کہ اس کے لبعد کوئی شئے نہیں وہ ایسا ظاہر ہے جس سے بلند کوئی شئے نہیں ایسا باطن ہے جس سے نیچے کوئی شئے نہیں پھر فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی زمین کے اندر ڈول ڈالے تو وہ ڈول اللہ پر جا کر ٹھیرے گا کیونکہ اس سے کوئی مکان خالی نہیں ہے، نیز احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شئے میں حلول نہیں کیا اور کسی شئے سے غائب نہ ہوا۔ یہہ تمام احادیث قطعی طور پر حق تعالیٰ کے مکان پر دلالت کرتی ہیں نیز ان ہیں سے ہر ایک میں اس امر پر صریح دلالت موجود ہے کہ حق تعالیٰ کا مکان کسی

[1] عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب جلیل القدر صحابی تھے۔ آپ سے ۱۶۶ حدیثیں مروی ہیں جضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ آپ قرآن کے مفسر ہیں۔
وفات ۶۸ھ الاعلام صـ۵۶۲ جلد ۲ مصر ۱۹۲۷ء

بر آنکہ مکان او بر جہتی مخصوص نیست بل کہ ہیچ ذرۂ از ذرات آفرینش از ذات مقدس او دور نیست یا آنکہ ہیچ مخلوق را با او پیوند نیست و منفصل نیست یا آنکہ نہ متصلست بہیچ چیز، متکلم معیت ذات احد فرد را با ہمہ ذرات نا متناہی فہم نتوانست کرد بی تقدیر تجزیہ و حلول در امکنۂ مخلوقات، لاجرم مکان را منکر شد و ہرچہ دریں باب آمدہ بود بتاویلات سرد ظاہری بگردانید و اگر حقیقت مکان بشناختی بداں ہمہ تکلفات سرد مضطر نگشتی ۔

اما بیان اجماع امت بر اثبات مکان آنست کہ ابو القاسم بلخی کہ رئیس معتزلہ بود در کتاب مقالات فرق اہل قبلہ گفتہ است ابتدائے تألیف ہذا الکتاب سنتہ تسع و سبعین و مائتین الہجریہ ، و غرض از ذکر ایں تاریخ آں بود

جہت سے مخصوص نہیں ہے بلکہ آفرینش کے ذرات میں سے کوئی ذرہ اس کی ذات مقدس سے دور نہیں ہے دراں حالیکہ کسی مخلوق کا اس سے پیوند نہیں ہے اور منفصل بھی نہیں ہے اور یہ کہ وہ کسی شئے سے متصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات احد فرد کی تمام نامتناہی ذرات کے ساتھ معیت کو کوئی متکلم سمجھ ہی نہیں سکتا، جب تک وہ مخلوقات کے امکنہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے حلول و تجزیہ کا قائل نہ ہو لامحالہ اس نے مکانِ الٰہی کا انکار کیا اور جو کچھ اس باب میں دآیات قرآنی اور احادیث، آئی ہیں ان کی ظاہری ناقص نادیلات بھی کیں۔ اگر اسے حقیقتِ مکان معلوم ہوتی تو ان تمام بے جا تکلفات سے مضطر نہ ہوتا۔

اثبات مکان پر امت کے اجماع کی کیفیت یہ ہے کہ ابوالقاسم بلخی[1] جو کہ معتزلہ[2] کا سردار تھا، اس نے اپنی تصنیف "مقالات فرق اہل نبلہ" میں کہا ہے "میں نے اس کتاب کی تالیف کو ۲۷۹ھ میں شروع کیا" اس تاریخ کو یہاں درج کرنے کا مقصد یہ تھا کہ

[1] پورا نام ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود معتزلی تھا۔ وہ ابوالقاسم الکعبی البلخی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ ابن شہاب ابوطیب ابراہیم بن محمد متوفی ۳۵۰ھ کا استاد تھا اور خود ابوالحسن الخیاط معتزلی کا شاگرد تھا اس کی وفات ۳۱۹ھ میں ہوئی ملاحظہ فرمائیں "دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد چہارم ص۱۷۱"

[2] مسلمانوں میں عقائد کے اعتبار سے قدیم گروہ۔ ان کے اصول خمسہ یہ ہیں توحید عدل وعد وعید۔ کفر و اسلام کی درمیانی منزل کا اقرار امر بالمعروف ونہی عن المنکر، نقلی دلائل کے بجائے عقلی دلائل پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ المذاہب الاسلامیہ الزہرہ مصری

تا معلوم شود کہ ہرچہ بعد ازیں فرا دید آید بخلاف آں بدعت وضلالت بود، پس دریں کتاب گوید : قالت المعتزلہ والخوارج والروبیۃ والمرجیۃ بان اللہ تعالی فی کل مکان وانہ لایجوز ان یکون فی مکان دون مکان وبمرجیہ ہمہ اصحاب حدیث وفقہارا خواستہ است و برامام ابوحنیفہ تخصیص کردہ واورا ازجملہ مرجیان شمردہ وازیں اجماع جماعتی را استثنا کردہ کہ ایشاں در اثبات مکان عالی ترین امت اند وگفتہ است : قال الہشام وجماعۃ الحشویۃ

یہہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بعد اب جو کچھ اس کے برخلاف دیکھنے میں آئے وہ بدعت اور گمراہی ہوگی۔ پس اس کتاب میں وہ کہتا ہے کہ معتزلہ اور خوارج[۱] اور ردبیہ[۲] اور مرجیہ[۳] نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہیں اور یہہ جائز نہیں کہ وہ ایک مکان میں ہوں اور دوسرے مکان میں نہ ہوں۔ اس نے تمام اصحاب حدیث اور فقہا کو مرجیہ خیال کیا ہے اور امام ابو حنیفہ رح پر تخصیص کی ہے، اور انہیں بھی ان سب کے ساتھ مرجیہ میں شمار کیا ہے، اور اس اجماع سے ایک جماعت کو استثنا کیا کہ اثبات مکان میں یہہ حضرات امت کے عالی ترین افراد ہیں اور کہا ہے کہ ہشام[۴] اور حشویہ[۵] اور

۱ جنگ صفین میں حکم کے تقرر کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج کے ایک گروہ نے "لاحکم الا اللہ" کا نعرہ لگایا اور حضرت علی سے بغاوت کی۔ یہ گروہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر تھا۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۸ صـ ۸۰۷، ۸۰۶

۲ ردبیہ یا ردیہ۔ افسوس ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود اس گروہ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ممکن ہے کہ اس گروہ کا نام پہلے کچھ ہو اور بعد میں کچھ کہا گیا ہو۔ واللہ اعلم

۳ مرجیہ کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ گناہ کے مرتکب کو گناہوں کے مطابق سزا دی جائے گی اور وہ دائمی جہنمی نہیں ہے۔ اس بات کا بھی امکان کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اس کی مغفرت فرمائیں اور سزا سے بچ جائے۔ المذاہب الاسلامیہ ابوزہرہ مصری صـ ۱۰۲

۴ ابو محمد ہشام بن الحکم الشیبانی متوفی ۱۹۹ھ۔ کوفہ میں پیدا ہوا۔ واسط میں پلا بڑھا ہوئی اور بغداد میں رہائش اختیار کی الدلالات علی حدوث الاشیاء اس کی تصنیف ہے۔ معجم المولفین جلد ۱۳۔ صـ ۱۴۶

۵ حشویہ۔ ایک اصطلاح جسے ان لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، جو ظواہر پر انحصار ۳۴۹

و المشبهة انه تعالی فی کل مکان ولا یجوز ان یکون فی مکان دون مکان
پس معلوم شد که دریں تاریخ جملهٔ امت متفق و متیقن بوده اند بر
اثبات مکان و اختلاف ایشاں در صفت مکان و ماهیت و کیفیت
آں بوده است نه در نفس مکان، و نیز معلوم شد که اجماع ایشاں
نه از پیش خود بوده بلکه بناء آں اجماع و بر قرآن و اخبار و اقوال صحابه
و تابعین و اتباع تابعین بوده است و نیز معلوم شد که ایں اجماع
در آں عهد بغایت شایع و ظاہر بوده است تا بجدی که معتزله آنرا
رد نتوانستند کرد و اگر نه ظہور ایں اجماع بودی معتزله آں را رد
کردندی ، زیرا که رد اجماع در مسایل اصول بنزد ایشاں رواست
و اجماع امت در فروع بنزد یک ایشاں حجت است نه در اصول ،
دیا لیت که بدانستمی که مرد عاقل منصف حق طلب چگونه روا
دارد که منکر مکان شود

مشبہ[1] کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ حق تعالیٰ ہر مکان میں ہیں اور جائز نہیں کہ وہ ایک مکان میں ہوں اور ایک مکان میں نہ ہوں چنانچہ (مذکورہ بیان کی روشنی میں) یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اس زمانے تک (ابو القاسم بلخی تک) اثبات مکان کے مسئلے میں تمام امت متفق تھی اور اس پر یقین رکھتی تھی اور ان کا کوئی اختلاف تھا بھی تو مکان کی ماہیت و کیفیت کے بارے میں تھا نفس مکان پر ان کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان کا اجماع اپنی رائے سے نہ تھا بلکہ اس اجماع کی بنیاد قرآن و احادیث، صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے اقوال پر تھی اور یہ حقیقت بھی معلوم ہوگئی کہ یہ اجماع عہد مذکور میں بہت زیادہ شائع اور ظاہر تھا، یہاں تک کہ معتزلہ بھی اس کا رد نہیں کر سکتے تھے۔ اگر اس اجماع کا ظہور نہ ہوتا تو معتزلہ اس کا رد ضرور کرتے کیونکہ مسائل اصول میں اجماع کا رد کرنا ان کے نزدیک جائز ہے اور فرع میں امت کا اجماع ان کے نزدیک حجت ہے اصول میں نہیں۔

افسوس صد افسوس کاش میں جان سکتا کہ مرد عاقل انصاف پسند اور حق طلب کس طرح روا رکھ سکتا ہے کہ مکان کا انکار کرے

[1] قدیم اعتقادی فرقہ۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کرنے پر اس قدر زور دیا کہ اُن صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ مشابہت دے دی اور تشبیہ میں مبتلا ہوگئے اور مشبہہ کہلائے۔ رسالہ قشیریہ ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد

باآنکه داندکه معنی مکان خلوتست و خلوات را نهایت نیست پس گفتن که حق تعالی در هیچ چیز از این خلوات موجود نیست و نه نزدیک آنست و نه مماس آن و نه مقابل آن نه زیر آن و نه زبر آن باآنکه آن خلوات نا متناهیست تعطیل صریح و زندقه صرف باشد و غایت این متکلم از راه جدل وعناد گوید آنست که گوید این دخول و خروج و مماسه و محاذات و مقابله و فوقیت و تحتیت همه از صفات اجسام است وحق تعالی جسم نیست پس ازین همه هیچ برو روا نباشد، جواب گوئیم آری ازین همه هیچ برو روا نیست ولیکن غرض ما نه اثبات الفاظست بل که از بهر کشف غطا و ابطال تلبیس این الفاظ را بلفظ وجود بدل کنیم، وگوئیم که حق تعالی با عالمهای اعلی و ادنی دعالمهای صورت ومعنی موجودست یا نه؟ اگر گوئی موجوداست مقصود ما حاصل شد و اگر گوئی موجود نیست تعطیل محض و زندقهٔ صرف باشد،

الا آنکه

جب کہ اسے یہہ معلوم ہے کہ مکان کا معنیٰ خلاء ہے اور خلاؤں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ پس یہہ کہنا کہ حق تعالیٰ اِن خلوات میں سے کسی بھی شئے میں موجود نہیں ہیں، نہ اس کے قریب ہیں، نہ متصل ہیں، نہ مقابل ہیں، نہ اس کے نیچے ہیں، نہ اوپر ہیں، حالانکہ خلائیں نامتناہی ہیں (ظاہر ہے) صریح تعطیل[1] اور محض زندقہ ہے اور حد یہہ ہے کہ یہہ متکلم جدل وعناد کی راہ سے جو دلیل دیتا ہے وہ یہہ ہے کہ (عین القضاۃ) کہتا ہے کہ داخل ہونا، باہر آنا، متصل ہونا آمنے سامنے ہونا، مقابل ہونا یا بلندی وپستی اجسام کی صفات ہیں، اور چونکہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہیں اس لئے ان میں سے کوئی بات ان پر منطبق نہیں ہوسکتی (یہہ تو کھلا تضاد ہے)، ہم اس اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں، بے شک ان میں کوئی بات اللہ تعالیٰ پر روا نہیں ہے، لیکن ہمارا مقصود الفاظ کا اثبات نہیں ہے بلکہ (کج فہمی) کا پردہ ہٹانے اور شیطانی مکر وفریب کو رد کرنے کے خیال سے ہم ان الفاظ کو لفظ وجود سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اعلیٰ اور ادنیٰ عالموں اور صورت ومعنیٰ کے جہانوں کے ساتھ موجود ہیں یا نہیں؟ اگر تم کہتے ہو کہ موجود ہیں تو ہمارا مقصود حاصل ہو گیا اور اگر کہتے ہو کہ موجود نہیں ہے تو یہہ قطعی تعطیل اور محض زندقہ ہے بجز اس کے کہ

[1] اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار۔ چونکہ سلف اللہ تعالیٰ کی صفات کے قائل ہیں اس لئے انہیں صفاتیہ کہا گیا۔ معتزلہ جو صفات کے منکر ہیں معطلہ کہلائے۔ رسالہ قشیریہ ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن ص ۳۲

وجود او در امکنۂ جسمانیات و روحانیات محال است پس مکانی اثبات کردیم لایق ذات مقدس او جدا و دور بمعنی وحقیقت از امکنۂ جسمانیات و روحانیات و آن مکانیست که آنرا نه طول و نه عرض و نه عمق و نه بعد و نه مسافتست بلکه ہمہ قرب در قربست، یک ذره وکم از یک ذره در ہمۂ عالم غیب و شہادت از و خالی نیست ، ومحالست عقلاً وہماً وامکاناً ووقوعاً کہ ہیچ وہم بدو رسد یا ہیچ فہم او را دریابد یا ہیچ عقل چند وچونی او بداند زیراکہ محالست کہ ہیچ مخلوق درو گنجد یا بدو راه یابد و وہم وفہم وعقل از مخلوقانند و وجود حق تعالی با ذره ہای عالم چون وجود جانست با ذره ہای قالب ولله المثل الاعلی[1] چه دخول وخروج واتصال وانفصال ومماسه ومحازات وفوقیت و وتحتیت وجملۂ عوارض وصفات اجسام بر روح جایز نیست زیراکہ روح از عالم امرست نه از عالم خلق و با این ہمہ ہیچ ذرهٔ از ذره ہای قالب از وخالی و دور نیست و از و منفصل نیست اگرچه بدو ہم متصل نیست وجود روح با ذره ہای قالب نه در مکان جسم است بلکه در مکانیست لایق او و میان آن مکان وجملہ امکنہ بعد از این فصل گفته آید انشاء الله تعالی و به نستعین ۔

---

۱ ۔ سورۂ ۱۶ آیۂ ۶۰

اللہ تعالیٰ کا وجود مکان جسمانیات وروحانیات میں محال ہے، پس ہم ایسے مکان کا اثبات کرتے ہیں جو ان کی ذات مقدس کے لائق ہے، مکان جسمانیات وروحانیات سے علیحدہ اور دور، معنیٰ اور حقیقت دونوں اعتبار سے۔ اور وہ مکان ایسا ہے جس میں نہ طول ہے نہ عرض، اس میں نہ گہرائی ہے نہ دوری، اور نہ مسافت ہے بلکہ تمام قرب ہی قرب ہے۔ تمام عالم غیب وشہود میں سے ایک ذرّہ ایک شمّہ کم یا زیادہ اس کے بغیر نہیں ہے۔ اور عقلاً، وہماً، امکاناً اور وقوعاً محال ہے کہ کوئی وہم اس تک پہنچ سکے یا کوئی فہم اس کو پا سکے یا کوئی عقل اس کے بارے میں "کتنا ہے" اور "کیسا ہے" معلوم کر سکے۔ کیونکہ یہ قطعی محال ہے کہ کوئی مخلوق اس میں سما سکے یا اس تک راہ پا سکے، اور وہم وفہم اور عقل بھی مخلوق ہیں اور عالم کے ذروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وجود ایسا ہے جیسے قالب کے ذرات کے ساتھ روح کا وجود ہے واللہ المثل الاعلیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے تو بڑے اعلیٰ درجے کے صفات ثابت ہیں، روح پر اجسام کی صفات مثلاً دخول، خروج، اتصال، انفصال، مماس محاذات، فوقیت، تحتیت اور تمام عوارض جائز نہیں، کیونکہ روح عالم خلق سے نہیں بلکہ عالم امر سے ہے با ایں ہمہ ذرات قالب میں سے کوئی ذرّہ اس سے خالی اور دور نہیں ہے اور اس سے منفصل نہیں ہے اگرچہ متصل بھی نہیں ہے۔ اور قالب کے ذروں کے ساتھ روح کا وجود جسم کے مکان میں نہیں ہے بلکہ ایسے مکان میں ہے جو روح کے لائق ہے۔ اس مکان اور جملہ مکانوں کا بیان اس فصل کے بعد ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی سے ہم مدد کے خواستگار ہیں۔

فصل در بیان امکنہ

بداں کہ معرفت ایں امکنہ جز ببصیرت دل و مشاہدۂ سر و معاینۂ روح ممکن نشود و قرآن و اخبار و اجماع امت محک معارفست، پس مارا آنچہ ببصایر و مشاہدات معلوم گشتہ بود برمحک قرآن و اخبار و اجماع امت امتحان کردیم درست وراست آمد. شکر حق تعالی گزاردیم و بدل و جان قبول کردیم وہمہ را ظاہر بیان نمودیم بی تشبیہ و تعطیل و باللہ العصمۃ والتوفیق، آمدیم بہ بیان مکان بزبان طریقت چنانکہ مستفادست از مشاہدۂ بصیرت۔

خداوندا ایں مخدرۂ غیبی را کہ ہزاراں سالست تا بحجاب عزت محتجب است و بنقاب نور از دیدۂ اغیار مستور، بردست مشاطۂ ہدایت و توفیق بر طالبان آخرالزماں جلوہ کن و تشنگان آخرالزماں را کہ در بیدای حیرت سرگردانند

فصل امکنہ کے بیان میں

جان لیجیے کہ ان امکنہ کی معرفت بغیر دل کی بصیرت، باطنی مشاہدہ، اور معائنۂ روح ناممکن ہے چونکہ قرآن، احادیث اور اجماع امت معارف کی کسوٹی ہیں، پس ہمیں جو بصائر اور مشاہدات حاصل ہوئے ہم نے قرآن و حدیث اور اجماع امت کی کسوٹی پر انہیں پرکھا، سب درست اور راست پائے۔ ہم نے حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دل و جان سے قبول کیا اور اب تمام (بصائر و مشاہدات) کو بے تشبیہ و بے تعطیل کھل کر بیان کرتے ہیں۔ صرف اللہ کی عصمت اور توفیق کی مدد سے۔ اب ہم زبان طریقت میں جیسا کہ مشاہدہ اور بصیرت سے مستفاد ہوا ہے مکان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

خداوندا آپ اس غیبی پردہ نشین کو جو ہزاروں سال سے (آپ کے) حجاب عزت کے پردے میں ہے اور نور کے نقاب میں چشم اغیار سے پوشیدہ ہے، ہدایت و توفیق کی مشاطہ کے ذریعے، آخر زمانے کے طالبوں پر جلوہ فگن کر دیجیے اور آخری زمانے کے تشنہ کاموں کو جو حیرت کے بیابان میں سرگرداں ہیں اپنے لطف و کرم کے ساقی کے ذریعہ

بر دست ساقی لطف شربتی شافی فرست، عمر عالم بآخر رسید آخر این عروسان چون ماه از بهر کدام شاهان نام زدند؟ پادشاها این سر اعظم را و این بدلازم را به بیانی روشن و شرحی مبین مبرهن مقرون گردان تا بود که گم گشتگان تیه اعزاز و افتادگان عقاب انکار و میش صورتانی که در دریدن پوستین بندگان گرگ صفت گشته اند و خرمن عمل ریزهٔ خود را بآتش غیبت می سوزند و بباد بدگمانی بر می دهند بنور دلالت تو از ظلمت جهالت برهند، یا دلیل المتحرین و یا ارحم الراحمین.

بدان الهمک الله و ارشدک که مکان بر سه قسم است : قسم اول مکان جسمانیات، و قسم دوم مکان روحانیات ، و قسم سوم مکان الله تعالیٰ و تقدس، و قسم اول بر سه قسم است مکان جسمانیات کثیف و مکان جسمانیات لطیف و مکان جسمانیات الطف

اما جسمانیات کثیف زمین است و مزاحمت و مضایقت درو ظاهر است تا یکی فراتر نشود دیگری بجای او نتواند نشست و قرب و بعد درو معلوم است، مثلاً از همدان به نیسابور نزدیک تر است که ببغداد و درین مکان از جای بجای شدن ممکن نشود جز بنقل اقدام و قطع مسافت و در و اشکالی نیست.

شفا بخش شربت بھیج دیجئے۔ عالم کی عمر تمام ہوئی آخر یہ چاند جیسی دلہنیں کن بادشاہوں کے لئے مخصوص ہیں۔ اے بادشاہ اس بہت بڑے راز کو اور ناگزیر تدبیر کو ایسے بیان کے ساتھ جو روشن ہو اور ایسی شرح کے ساتھ جو واضح ہو یا دلیل اور قوی بنا دیجئے تاکہ اتنا تو ہو کہ فریب کے بیابان میں بھٹکے ہوئے، انکار کے گرداب میں پھنسے ہوئے بھیڑ جیسی صورت والے جو بندگانِ الٰہی کی پوستین پھاڑنے میں بھیڑیئے کی مانند ہو گئے ہیں اور اپنے ریزۂ عمل کے خرمن کو غیبت کی آگ میں جلاتے ہیں اور بدگمانی کی ہوا دیتے رہتے ہیں آپ کے نور کی دلیلوں سے جہالت کی تاریکی سے نجات پا جائیں یا دلیل المتحیرین دیا ارحم الراحمین

اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں نیکی ڈالیں اور تمہاری ہدایت فرمائیں جان لو کہ مکان کی تین قسم ہیں۔ پہلی قسم مکان جسمانیات، دوسری قسم مکان روحانیات اور تیسری اللہ تعالیٰ و تقدس کا مکان۔ قسم اول کی بھی تین قسم ہیں کثیف جسمانیات کا مکان۔ لطیف جسمانیات کا کا مکان اور جسمانیاتِ الطف کا مکان۔

جسمانیات کثیف زمین ہے۔ حائل ہونا اور تنگی پیدا کرنا اس کا ظاہر ہے۔ جب تک کوئی شئے کسی جگہ سے نہ ہٹائی جائے دوسری شئے اس کی جگہ نہیں لے سکتی۔ نزدیکی اور دوری بھی اس کی ظاہر ہے مثلاً ہمدان سے نیشا پور بہ نسبت بغداد کے زیادہ نزدیک ہے۔ اور اس مکان میں ایک جگہ سے دوسری جگہ موجود ہونا ممکن نہیں ہے جب تک قدم بڑھا کر منتقل نہ ہوا جائے اور فاصلہ طے نہ کیا جائے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

اما مکان جسمانیات لطیف مکان باد است و دریں مکاں ہم مزاحمت باشد بدلیل آنکہ تا بادی کہ درخانۂ باشد از منفذی بیرون نرود بادی دیگر دروں نتواند آمد و اگر درخانۂ فہم نتوانی کرد انبانی کہ پر باد کنی ہیچ باد دیگر درو نتواند آمد تا آنگاہ کہ بادی کہ درویست بیروں آید و بداں کہ ہر چہ بعد مکان جسمانیات کثیف است قرب ایں مکانست یعنی ہر چہ دروی دوراست دریں نزدیک است زیرا کہ درآں مکان ہر چہ بماہی و دو ماہ تواں رفت دریں مکاں بساعتی تواں رفت و مرغ چوں دریں مکاں میرود بساعتی چنداں برود کہ بماہی در زمین و از آواز رعد و دیگر آوازہا ہمچنیں فہم کن و بداں کہ ایں مکاں را نیز ہم بعدست، چہ اگر باد خواہد یا مرغی یا آوازکہ از مشرق بمغرب رود بدمی تواند رفت.

اما مکان جسمانیات الطف مکان انوار صورتی است چوں نور آفتاب و ماہ و ستارگان و آتش و مثل ایں و ہر چہ در مکان جسمانیات لطیف دورست دریں مکاں نزدیک ست، مشرق از مغرب درآں مکاں دورست و دریں مکاں نزدیکست، و برہان ایں آنست کہ چوں آفتاب سر از مشرق برزند

جسمانیات لطیف کا مکان، ہوا کا مکان ہے، اس مکان میں بھی مزاحمت ہے اور اس کی دلیل یہہ ہے کہ جب تک ایک ہوا کسی گھر میں ہے اور وہ کسی سوراخ یا راستے سے باہر نہیں نکل جاتی دوسری ہوا اس میں داخل نہیں ہو سکتی اگر گھر والی بات آپ کی فہم میں نہیں آرہی ہے تو یوں سمجھ لو کہ تم ایک برتن میں ہوا بھرتے ہو تو دوسری ہوا اس وقت تک اس میں داخل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے اندر کی ہوا باہر نہیں نکل جاتی۔ اور یہہ بھی جان لو کہ جسمانیات کثیف کے مکان کی دوری، اس مکان کی نزدیکی ہے، یعنی جو شئے وہاں دور ہے یہاں نزدیک ہے، کیونکہ جو شئے اس مکان (مکان جسمانیات کثیف) میں ایک ماہ یا دو ماہ میں فاصلہ طے کرے گی وہ اس مکان (مکان جسمانیات لطیف) میں ایک ساعت میں طے کر سکتی ہے اور پرندہ اس مکان میں ایک ساعت میں اس قدر پرواز کر سکتا ہے، جتنا کوئی شخص یا شئے زمین میں ایک ماہ میں فاصلہ طے کرتا ہے۔ اسی طور پر بجلی کے کڑکنے کی آواز اور دوسری آوازوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے یہہ بھی سمجھ لو کہ اس مکان میں بھی دوری (فاصلہ) ہے، کیونکہ ہوا، پرندہ یا آواز یہہ چاہیں کہ مشرق سے مغرب تک پہنچ جائیں تو ایک معین مدت میں ایسا کر سکتے ہیں۔

جسمانیات الطف کا مکان اُن انوار کا مکان ہے جو صورت پذیر ہیں (صورتاً نظر آتے ہیں) جیسے آفتاب، چاند، ستارے اور آگ یا ان کی مثل، اور جو شئے جسمانیات لطیف (ہوا اور آواز) کے مکان میں دور ہے، اس مکان میں نزدیک تر ہے اور اس کی دلیل یہہ ہے کہ جب آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا ہے تو آناً فاناً اس

ہم درحال نور او بمغرب رسد بی ہیچ درنگی و اگر روش او درمکان باد بودی جز بدرنگی و زمانی بمغرب نتوانستی رسید و نور آتش وجز آن ہمیں حکم دارد تا بداں جایگاہ کہ منقطع شود، پس معلوم شد کہ نور مکانی دیگر دارد جز مکان باد، و برہان دیگر بدیں آنست کہ چوں شمعی در خانہ بری کہ پر باد بود نور شمع در آں خانہ منتشر شود بی آنکہ باد را از خانہ بیروں باید شد، پس دانستیم کہ نور را درمیان باد مکانی دیگر است لطیف تر از مکاں باد و ہرگز باد در آں مکاں نتواند رفت بسبب کثافت نسبی، و نہ نیز نور درمکان باد تواند آمد بسبب لطافت بر تقدیر خلو مکان باد، ولیکن از غایت قرب ایں دو مکاں را از یک دیگر تمیز نتواں کرد و باز شناختن ایں جز ببراہین عقلی و مشاہدات سری و مکاشفات قلبی و معاینات روحی صورت نبندد و اگر دریں اشکالی ہست مثالی دیگر بگوئیم بفہم نزدیک تر : بداں کہ حقیقت آتش حرارتست و ماہیتش احراق و آنچہ تو آنرا آتش دانی صورت آتشست و خاصیتش اضاءت و آتش ضد آبست بطبیعت و اجتماع ضدین محالست و ہرگز نتواند بود کہ آب و آتش جمع شوند دریک مکان، چوں ایں بدانستی بداں کہ در آب گرم آتش موجودست و آں آتشست کہ دست می سوزاند نہ آب، و دانستہ کہ آب و آتش دریک مکان جمع نشوند پس معلوم شد کہ آتش درمیان آب مکانی دیگر دارد جز مکان آب و درمکان آب آتش نیست

کی روشنی کسی تاخیر کے بغیر مغرب تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر نورِ آفتاب کی روشن ہوا کے مکان میں ہوتی تو مزاحمت اور مدت کے بغیر مغرب تک نہ پہنچ سکتا۔ اسی طرح آگ سے پیدا ہونے والی روشنی اور دیگر روشنیوں پر بھی، جب تک انہیں اپنے مقام سے منقطع نہ کیا جائے، اسی حکم کا اطلاق ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ نور کا مکان، ہوا کے مکان سے علیٰحدہ ہے اور دوسری دلیل اس پر یہہ ہے کہ اگر تم ایک شمع کسی گھر میں لیجاؤ جو ہوا سے پر ہو تو شمع کی روشنی اس گھر میں بغیر ہوا خارج کیے پھیل جائے گی، پس ہم جان گئے کہ ہوا کے درمیان بھی روشنی کا مکان دوسرا ہے جو ہوا کے مکان سے لطیف تر ہے، اور ہوا اپنی ذاتی کثافت کے سبب نور کے مکان میں داخل نہیں ہوسکتی اور نہ روشنی اپنی لطافت کے باعث، ہوا کے مکان کے خلا کے اندازے کے مطابق ہوا کے مکان میں آسکتی ہے لیکن ان دونوں مکان کے انتہائی قرب کی وجہ سے ایک دوسرے سے تمیز کرنا مشکل ہے۔ اور بات وہی ہے کہ اس کی معرفت عقلی دلائل باطنی مشاہدات، قلبی مکاشفات اور روحی معائنات کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اگر اس میں کوئی اشکال ہے تو ہم دوسری مثال بیان کرتے ہیں جو فہم سے زیادہ نزدیک ہے۔ جان لو کہ آگ کی حقیقت گرمی ہے اور اس کی ماہیت جلانا ہے اور تم جسے آگ سمجھتے ہو وہ آگ کی صورت ہے اور اس کی خاصیت روشن کرنا ہے اور یہ اعتبار طبیعت آگ پانی کی ضد ہے اور تم یہہ بھی جانتے ہو کہ، اجتماع ضدین محال ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آگ اور پانی ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ جب تم کو یہہ بات معلوم ہوگئی تو یہہ بھی جان لو کہ گرم پانی میں آگ موجود ہے اور وہ آگ ہی ہوتی ہے جو ہاتھ کو جلاتی ہے پانی نہیں۔ اور یہہ تو تم جانتے ہی ہو کہ آگ اور پانی ایک مکان میں جمع نہیں ہوسکتے پس نتیجہ یہہ نکلا کہ آگ پانی میں ہوتے ہوئے دوسرے مکان میں ہے، پانی کے مکان سے علیٰحدہ، اور جس طرح پانی کے مکان میں آگ نہیں ہوتی

و در مکان آتش آب نیست زیرا که اگر آب و آتش در یک مکان جمع شوند اجتماع ضدین لازم آید و این محالست، اما در مکان بغایت نزدیکند به یک دیگر، هیچ جزوی از آب گرم نیست که توان گفت که این آبست بی آتش یا این آتشست بی آب و هر یک از ایشان از یک دیگر جدا اند نه متصل بهم و نه منفصل از هم، چون این مکان فهم کردی بدان که درین مکان مزاحمت و مضایقت نیست و برهانش آنست که اگر یک شمع در خانه بری نور آن شمع بهمه زوایا و هوای آن خانه برسد و اگر صد شمع دیگر دربری انوار همه در یک مکان جمع شود بی آنکه شمع اول بیرون باید برود بدان که این مکان را نیز بعد هست زیرا که نور آفتاب و آتش از حجب کثیف درنتواند گذشت و چون بعد مفرط شود نور منقطع گردد پس معلوم شد که هرچه از پس حجاب کثیف است یا از بعد مفرط منقطع می شود ازین مکان و آنچه در این مکان باشد دورست.

قسم دوم از اقسام امکنه مکان روحانیاتست و آن انواع بسیارست و هرچند روحانی لطیف تر مکان او لطیف تر، و حاصل آن بچهار نوع می آید: نوع اول مکان روحانیات ادنی و نوع دوم مکان روحانیات اوسط و نوع سوم مکان روحانیات اعلیٰ و نوع چهارم مکان ارواح.

اما روحانیات ادنی ملائکه اند که بر دوزخ موکلند و بر زمین های دیگر که فرو د زمین ماست و برتر ایشان ملائکه اند در رتبت

اسی طرح آگ کے مکان میں پانی نہیں ہوتا کیونکہ اگر آگ اور پانی ایک مکان میں جمع ہو جائیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔ لیکن مکان میں ایک دوسرے سے انتہائی قریب ہیں۔ گرم پانی کا کوئی جزو ایسا نہیں ہے جس کے لئے یہ کہا جا سکے کہ یہ ہے آگ پانی ہے یا یہ ہے پانی آگ ہے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک، ایک دوسرے سے جدا بھی ہے نہ باہم متصل ہیں اور نہ منفصل ہیں۔ جب تم نے اس مکان کی حقیقت کو سمجھ لیا تو یہ بھی جان لو کہ اس مکان میں مزاحمت اور تنگی نہیں ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر تم کسی گھر میں ایک شمع لیجاؤ، تو اس شمع کی روشنی اس گھر کے تمام گوشوں اور خلا تک پہنچ جاتی ہے، اگر سو شمعیں لیجاؤ تو سب کی روشنیاں ایک مکان میں، بغیر اس کے کہ پہلی شمع کو باہر لیجایا جائے جمع ہو جاتی ہیں اور جان لو کہ اس مکان میں بھی بُعد ہوتا ہے کیونکہ آفتاب اور آگ کی روشنی کثیف پردے سے نہیں نکل سکتی اور جب بعد حد سے تجاوز کر جائے گا تو روشنی منقطع ہو جائے گی، پس معلوم ہوا کہ جو روشنی کسی کثیف پردے کے پیچھے ہوتی ہے یا بہت زیادہ دوری کے سبب منقطع ہو جاتی ہے، وہ اس مکان سے اور جو کچھ اس مکان میں ہے اس سے دور رہتی ہے۔

امکنہ کے اقسام میں سے دوسری قسم مکان روحانیات ہے اور اس کے بہت سے انواع ہیں اور جس قدر کوئی روحانی شئے لطیف تر ہوتی ہے اسی نسبت سے اس کا مکان بھی لطیف تر ہوتا ہے۔ بہرحال ان سب کا حاصل چار انواع ہیں۔ پہلی نوع روحانیات ادنیٰ کا مکان، دوسری نوع روحانیات اوسط کا مکان، تیسری نوع روحانیات اعلیٰ کا مکان اور چوتھی نوع ارواح کا مکان۔

روحانیات ادنیٰ وہ ملائکہ ہیں جو دوزخ پر اور دوسری زمینوں پر جو ہماری زمین کے نیچے ہیں مقرر ہیں اور ان سے رتبے میں برتر وہ ملائکہ ہیں جو دریاؤں

که بر دریاها وکوه ها وصحراها موکل اند وعلی الجمله طوایف فرشتگانی اند که مسخر نداز بهر ترتیب مناظم عالم سفلی که مستقر فلک قمرست و روش ایشاں درصعود تا آسماں اوّل بیش نباشد واز آنجا البته نتواند گذشت اگرچه قدرت گذشتن دارند ولیکن از راه رتبت ایشاں را آنجا بداشته اند هرگز بمقدار سرانگشتی بیشتر نشوند چناں که فرموده: وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ-۱ و در درجات ومقامات ایشاں تفاوت بسیارست ولیکن همه را دریک درجه شمردیم وروحانیات ادنی لقب نهادیم تا دراز نشود وهرچه در آسمانهاست ازراه رتبت از ایشاں دورست .

اما روحانیات اوسط ملایکهٔ آسمانها اند وملائکهٔ هر آسمان از آسمان دیگر محجوبند، ولو دنوت انملة لاحترقت ، درحق همه است وهمچنیں تا حملهٔ عرش وصافین وحافین وانواع ملائکه که فرود عرشند وتفاوت در درجات ومقامات ایشاں رانهایت نیست ولیکن همه را دریک درجه انگاشتیم وتفاوت میان ایشاں درمراتب همچوں مراتب خدم وحشم سلاطین صورتست که پیش تخت پادشاه هریک رامقامی معین ست

۱- سورهٔ ۳۷ آیهٔ ۱۶۴

پہاڑوں اور صحراؤں پر مقرر ہیں ان کے علاوہ فرشتوں کے وہ گروہ ہیں جو عالم سفلی کے انتظام کی ترتیب کے لئے مسخر ہیں۔ ان کا مستقر فلک قمر ہے، یہہ فرشتے بلندیوں پر جاتے ہیں لیکن ان کی ردش آسمان اول سے زیادہ نہیں ہے اور نہ اس سے آگے جاسکتے ہیں، اگرچہ وہاں سے گزرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن رتبے کے اعتبار سے ان کو وہیں تک رکھا گیا ہے اور ہرگز انگلی کے ایک پورے کے برابر بھی آگے نہیں بڑھتے، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعلوم (اور ہم میں سے ہراک کا ایک معین درجہ ہے) اور ان کے درجات و مقامات میں بہت زیادہ فرق ہے لیکن ہم سب کو ایک ہی درجے میں شمار کرتے ہیں اور روحانیات ادنیٰ لقب رکھتے ہیں تاکہ بیان طویل نہ ہوجائے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے مراتب کے اعتبار سے ان کی (رسائی) سے بالاتر ہے۔

روحانیات اوسط آسمانوں کے ملائکہ ہیں اور ہر آسمان کے ملائکہ دوسرے آسمان کے ملائکہ سے پوشیدہ ہیں، ان سب کے حق میں یہہ مقولہ صادق آتا ہے "اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی (آگے) جاؤں تو میں جل جاؤں"۔[1] اسی طرح عرش کو اٹھائے ہوئے برابر برابر صف بستہ اور گرداگرد کھڑے ہوئے فرشتے اور ملائکہ کے انواع جو زیر عرش ہیں سب اسی ذیل میں آتے ہیں اور ان کے درجات و مقامات میں تفاوت کی حد انتہا نہیں ہے لیکن ہم نے سب کو ایک ہی درجے میں رکھا ہے۔ ان کے درمیان مراتب میں فرق اسی طرح کا ہے جس طرح کا فرق ظاہری بادشاہوں کے خدمت گزاروں اور لشکر میں ہوتا ہے کہ بادشاہ کے دربار میں ہر اک کا مقام مقرر ہے۔

[1] سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

اگر یک سر موئے برتر پرم   فروغ تجلی بسوزد پرم

که از آنجا بیشتر نتوانند شد

اما روحانیات اعلی مقربان حضرت ربوبیت اند از راه صفت ومراتب ایشان را نهایت نیست ومقام ایشان در عالم علّیین است و ایشان سخت لطیف اند تا بجاری که اگر خواهند خویشتن را از طوائف ملائکۂ که فرود ایشانند باز پوشند که بہیچ گونہ ایشان را نتوانند دید از فرط لطافت امکنۂ ایشان و در مکان ایشان ہیچ حجاب نیست از دیوار ہچنیں در آیند که از در و در اندرون سنگ سخت ہمچناں جای دارند که در فضای فراخ ، و در امکنۂ ایشان ہم نوعی است از بعد، زیراکہ ایشان را بحرکت ہم حاجت است اگرچہ بہ کم از یک طرفة العین بمقصد رسند اما حاجت بحرکت ہم منافی کمالست در روحیت ، و ہر یک از طوایف ملائکۂ دیگر ہمیں خاصیت دارند ولیکن در عالم خود بقدر مرتبۂ خود،

اما مکاں ارواح ہم متفاوتست برحسب تفاوت ارواح در لطافت وکمال در لطافت روح انسانی راست و ایں روح بغایت لطیف ست وہیچ مخلوق در لطافت بدرجۂ او نرسد وہیچ ذرۂ از عرش تا تحت الثریٰ ازو و از مکاں او دور نیست و اورا بحرکت ہیچ حاجت نیست ہر جاکہ اورا بجوئی بیابی و او نہ متصل است و نہ منفصل، نہ داخل است و نہ خارج ، نہ متحرکست و نہ ساکن ، و ایں ہمہ ببراہین عقلی معلومست و لیکن چوں شیوۂ عقل معرفت نبود و ہر طایفۂ در آں سخن گفتہ اند در آں شروع نکردیم و براہین عقلی کسی را بکار آید کہ مکاشفات قلبی ومشاہدات سری ومعاینات روحی نداشتہ باشد

ہے، اس مقام سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔

روحانیات اعلیٰ بہ اعتبار صنعت حضرت ربوبیت کے مقرب ملائکہ ہیں اور ان کے مراتب کی کوئی انتہا نہیں ہے اور ان کا مقام عالم علیین میں ہے اور یہ بے حد لطیف ہیں، یہاں تک کہ اگر چاہیں تو ملائکہ کے ان گروہوں سے جن کا مستقر ان سے نیچے ہے خود کو ان کی نگاہوں سے پوشیدہ کر لیتے ہیں اور بے حد لطافت کے باعث انہیں کسی طرح نہیں دیکھا جا سکتا۔ اور ان کے مکان میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں اور یہ دیواریں سے اس طرح نکل جاتے ہیں جس طرح کوئی دروازے سے نکلتا ہے اور سخت پتھر میں ایسے قیام پذیر ہو سکتے ہیں جیسے کشادہ ذوفضا میں۔ ان کے امکنہ میں کبھی بہ سبب لطافت نوعیں ہوتی ہیں کیونکہ یہ بھی حرکت کے محتاج ہیں۔ خواہ پلک جھپکتے ہی میں مقصد پالیں لیکن روحیت میں حرکت کا محتاج ہونا کمال کے منافی نہیں ہے اور ملائکہ کے دوسرے گروہوں میں سے ہر ایک ایسی خاصیت کا حامل ہے لیکن اپنے مخصوص مقام میں اور اپنے مرتبے کے بقدر۔

مکان ارواح کبھی، روحوں کی پاکیزگی میں فرق کے مطابق، متفاوت ہوتا ہے اور لطافت میں کمال صرف روح انسانی کو حاصل ہے اور یہ روح بہت زیادہ لطیف ہوتی ہے، اور پاکیزگی میں کوئی مخلوق اس کے درجے تک نہیں پہنچ سکتی اور عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی ذرہ اس کے مکان سے دور نہیں ہے اور اس روح کو حرکت کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے تم اسے جہاں کہیں تلاش کرو پالو گے۔ وہ نہ متصل ہے نہ منفصل نہ داخل ہے، نہ خارج ہے، نہ متحرک ہے، نہ ساکن ہے۔ یہ تمام امور دلائل عقلی سے ثابت ہیں، لیکن چونکہ عقل کا شیوہ معرفت نہیں ہے اور ہر گروہ نے اس مسئلے پر گفتگو کی ہے، ہم نے اس بحث کو ترک کر دیا ہے۔ درحقیقت عقلی دلائل کی تو اس شخص کو ضرورت ہوتی ہے جو قلبی مکاشفات، باطنی مشاہدات اور روحی معائنات سے

چه چوں آفتاب معرفت طالع شود بنور چراغ عقل حاجت نباشد
بداں که دریں مکاں ہم نوعی ہست از بعد، زیراکه علیین نامتناہی ازو دورست، وسافلین نامتناہی ہمچنیں وعلی الجمله ہرچه نامتناہی است ازو دوراست چه او متناہی است ومتناہی بنامتناہی محیط نشود والسلام۔

آمدیم بمقصود بداں که حق تبارک وتعالیٰ ازیں ہمه مکانہا که یاد کردیم منزه ومقدس ومتعالیست نه حلول او دریں مکانہا رواست ونه مماسۂ آں اورا منصور، ونه محاذات ایں اورا جائز، ومکان او عزوجل فوق ہمۂ مکانہاست وہمۂ آں مکاں قرب درقربست، در وبعد از ہیچ وجه ممکن نیست، علیین وسافلین وہمۂ نامتناہی یک نقطۂ اوست وایں مکان را نه طول ست ونه عرض نه عمق ونه بعد ونه مسافت ونه فوق ونه تحت ونه یمین ونه یسار ونه خلف ونه قدام اگر به وسعت آں مکان نگری تنگ تر ازآں بینی که چشم زد وہم درو گنجد واگر بضیق آں نگری اورا بر ہمۂ متناہی محیط یابی، لایعرف عنه الابه، وبداں که اگر روح بمتابعت سید بشر صلی الله علیه وسلم بدوام ریاضات ومجاہدات قوت گیرد تواند که قالب کثیف را به مکاں جسمانیات لطیف کشد ونشانش آں باشد که بیک ساعت دوسه ماہه راه برود وآنچه شنیدۂ که زمیں را از بہر فلاں ولی طی کردند۔

محروم ہو، کیونکہ جب معرفت کا آفتاب طلوع ہو جاتا ہے تو عقل کے چراغ کی روشنی باقی نہیں رہتی۔ اور تم جان لو کہ بُعد کے اعتبار سے اس مکان میں بھی قسمیں ہیں کیونکہ نامتناہی علیّین اس سے دور ہے اور اسی طرح نامتناہی سافلین بھی اس سے دور ہے اور جو بھی نامتناہی ہے اس سے دور ہے، کیونکہ یہہ خود متناہی ہے ظاہر کہ متناہی نامتناہی پر محیط نہیں ہو سکتا۔ والسلام

اب ہم مقصد کی جانب آتے ہیں۔ جان لو کہ حق تبارک و تعالیٰ ان تمام مکانوں سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، منزہ ہیں پاک ہیں اور عالی ہیں۔ ان مکانوں میں نہ ان کا حلول روا ہے اور نہ ان کی پیوستگی متصور ہو سکتی ہے، اور نہ ان کی ذات کے لئے ان مکانوں کے محاذ میں ہونا جائز خیال کیا جا سکتا ہے۔ اس خدائے عز و جل کا مکان تمام مکانوں سے برتر ہے اور یہہ مکان تمام تر قرب در قرب ہے۔ اس میں کسی اعتبار سے بھی بعد ممکن نہیں ہے علّیّین، سافلین اور تمام نامتناہی (ملکر) اس کا ایک نقطہ ہے۔ اس مکان کا نہ طول ہے، نہ عرض، نہ گہرائی ہے، نہ بُعد اور نہ مسافت، نہ بلندی ہے نہ پستی وہ نہ دائیں طرف ہے نہ بائیں طرف اور نہ پیچھے ہے نہ آگے ہے، اگر تم بہ اعتبار وسعت اس مکان کو دیکھو تو اس سے بھی زیادہ تنگ پاؤگے کہ اس میں شائبہ وہم بھی سما سکے، اور اگر تم بہ اعتبار تنگی اسے دیکھو تو اسے تمام متناہی پر محیط دیکھوگے۔ لایعرف منہ الآبہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کسی کو حاصل نہیں ہوئی مگر خود اسکے سے) تم جان لو کہ اگر انسانی روح سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ دائمی ریاضات و مجاہدات سے قوت حاصل کرے تو یہہ بھی ممکن ہے کہ قالب کثیف کو جسمانیات لطیف کے مکان تک پہنچا دے اور اس کی علامت یہہ ہے کہ ایک ہی ساعت میں دو تین ماہ کی راہ طے کر لی جائے اور یہہ جو تم نے سنا ہے کہ (اللہ رب العزت نے) فلاں ولی کے لئے زمین کو لپ[illegible]

تا بیک شب بمکه رفت دریں حال باشد واگر قوتش بیش باشد تواند که قالب را بمکان جسمانیات الطف کشد ونشانش آں بود که درمیاں آب برود و ترنشود زیراکه او درمکان آتش درآب میرود و درآں مکان آب نیست ونیز بیک نفس ازمشرق بمغرب رود ونیزاو را درچند حال مختلف به بیند و او دریک جای ساکن بود وایں ولی هنوز ازامکنهٔ جسمانیات نگذشته باشد واگرقوت روح بکمال رسد قالب رابمکان روحانیات کشد ونشانش آں باشد که درآتش رود و نسوزد زیراکه او درمکاں روحانیات درآتش میرود و درآں مکاں هیچ آتش نیست وآنچه شنیدهٔ که زبانیه راهیچ المی نمی رسد از آتش دوزخ ، از اینست که انبیاء واولیاء علیهم السلام در دوزخ روند از بهر راستی وعدهٔ : وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۔ ۱ بدیں صفت روند و دریں مکان باشند لاجرم درشوند و بیروں آیند وایشاں را ازدوزخ واحوال آں هیچ خبرنباشد إِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۲ در دوزخ باشند وازدوزخ دورباشند همچناں که اندیشهٔ تو درمیاں آتش رود و بیروں آید و نه اورا ازآتش خبرباشد ونه آتش را ازو اثر ، زیراکه درمکاں آتش اندیشه نیست و درمکاں اندیشه آتش نه ، ونشاں دیگرآں باشد که ایں ولی از دیوار همچناں درآید که از در'

۱۔ سورهٔ ۱۹ آیهٔ ۷۱ ۲۔ سورهٔ ۲۱ آیهٔ ۱۰۱

دیا۔ یہاں تک کہ ایک شب کی مدت میں مکہ معظمہ پہنچ گیا اسی حالت میں ہوتا ہے اور اگر زیادہ قوت حاصل ہو تو یہہ بھی ممکن ہے کہ قالب کو جسمانیاتِ الطف تک پہنچا دے اور اس کی علامت یہہ ہے کہ پانی کے اندر چلے لیکن تر نہ ہو، کیونکہ وہ پانی کے اندر آگ کے مکان میں چلتا ہے اور وہاں مکان آب موجود ہی نہیں ہے (تو پانی کا اثر اس پر کس طرح ہو سکتا ہے) نیز ایک دم میں مشرق سے مغرب تک جا سکتا ہے، دراں حالیکہ وہ ایک ہی مقام پر ساکن ہو لیکن اسے چند مختلف حال میں لوگ دیکھیں جب کہ وہ ولی امکنۂ جسمانیات سے بھی نہ گزرا ہو، اور اگر روح کی قوت کمال تک پہنچ جائے تو وہ قالب کو روحانیت کے مکان میں کھینچ لے جاتی ہے اور اس کی علامت یہہ ہے کہ وہ آگ میں چلے اور نہ جلے کیونکہ وہ مکان روحانیات میں آگ کے اندر چلتا ہے اور اس مکان میں آگ سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور یہہ جو تم نے سنا ہے کہ ملائکۂ دوزخ کو دوزخ کی آگ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، اسی بنا پر ہے۔ اور انبیا اور اولیاء علیہم السلام وعدے کی صداقت کا مشاہدہ کرنے کے لیئے دوزخ میں جلتے ہیں (وان منکم الا واردھا (اور تم میں سے کوئی بھی نہیں ہے جس کا اس پر سے گزر نہ ہو) تو اسی صفت کے ساتھ جاتے ہیں اور مکان روحانیات میں ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً اندر جاتے اور باہر آتے ہیں اور انہیں دوزخ اور اس کے خوف سے کوئی خبر نہیں ہوتی ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنہا مبعدون (جن کے لیئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس (دوزخ) سے دور کیئے جائیں گے)۔ دوزخ میں ہوتے ہیں لیکن دوزخ سے دور ہوتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح آپ کا خیال آگ میں جاتا ہے اور باہر آتا ہے لیکن اسے آگ کی کوئی خبر ہوتی ہے اور نہ آگ کو اس سے کوئی اثر ہوتا ہے کیونکہ خیال آگ کے مکان میں نہیں ہے اور آگ خیال کے مکان میں نہیں ہے۔ دوسری علامت یہہ ہوتی ہے کہ یہہ ولی دیوار سے اس طرح نکل آتا ہے جیسے کوئی دروازے سے آجائے اور

و ہیچ چیز او را حجاب نکند و نشاں دیگر آں بود کہ خود را از چشم ہر کہ خواہد بپوشد و ایں ہمہ ممکنست و ہست و خواہد بود' اما ممکن نیست و صورت نبندد و روا نباشد کہ حق جل جلالہ در چیزی ازیں اماکن کہ یاد کردیم فرود آید یا بداں پیوندد و یا برابر آں بود و یا ہیچ آفریدۂ بمکان او رسد و ایں غایت ارتفاع مکانست کہ ہیچ آفریدۂ را بہ حق تعالی درمکان و غیر آں امکان مشارکت نیست و آں ارتفاع کہ مفہوم اہل ظاہرست از راہ جہت فوق نہ بس رفعتیست زیراکہ زیر عرش عالمہای بسیار است و مخلوقات بی شمار و اگر آنرا انکار کنی باری وجود مخلوقات راکہ زیر عرشند انکار نتوانی کرد پس بدانستی کہ رفعت جہتی مختصرست کہ خلق را در آں مکان مشارکت ہست و کمال رفعت ایں مکان راست کہ یاد کردیم زیراکہ امکاں ندارد کہ ہیچ آفریدۂ درو گنجد۔

آری جانا تاکی گرد عالم پوئی و از زیر و بالا سخن گوئی خلاصۂ وجود توئی، و سرچشمۂ شہود توئی، در وجود خود نگر وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْن[1] تا ہرچہ در کل عالم اثبات کردی در وجود خود عیاں ببینی کہ فتوح و دولت تو اینجاست' بوفای مسلمانی بر تو کہ ایں فصل را مسلماں وار بنیوش و حلۂ حرمت و حضور درپوش تا بدانی بل کہ بہ بینی کہ آنکہ ناگزیر تست درمیاں جان و دل تست۔

۱- سورۂ ۵۱ آیۂ ۲۱

کوئی چیز اس کے لئے آڑ نہیں بنتی اور دوسری علامت یہہ ہے کہ یہہ ولی خود کو ہر کسی کی آنکھ سے چاہے تو پوشیدہ کرے اور یہہ سب ممکن ہے، ہوتا رہتا ہے ہوتا رہے گا لیکن یہہ ممکن نہیں ہے، اور نہ اس کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے نہ ہی یہ درست ہے کہ حق جل جلالہ ان مکانوں کی جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، کسی چیز میں اتر آئیں یا اس کے ساتھ پیوستہ ہوں یا اس کے برابر ہوجائیں یا کوئی مخلوق ان کے مکان میں پہنچ سکے کیونکہ یہہ غایت درجہ بلند مکان ہے. کسی مخلوق کو حق تعالی کے ساتھ مکان میں یا اس کے علاوہ شرکت کا امکان نہیں ہے۔ وہ بلندی جو اہل ظاہر کا مفہوم ہے فوقیت کی جہت کے اعتبار سے نہیں بلکہ محض رفعت ہے، کیونکہ عرش عظیم کے نیچے بہت سے عالم ہیں اور بے شمار مخلوق ہیں۔ اگر تم اس کا انکار کرو تو مخلوقات کے وجود کا جو عرش سے نیچے ہیں کسی طرح انکار نہیں کر سکتے۔ پس تمہیں معلوم ہو گیا کہ رفعت ایک محدود جہت ہے جس میں خلق کو بھی مشارکت حاصل ہے اور کمال رفعت تو صرف اس مکان کے لیئے ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ کوئی مخلوق اس میں سما سکے۔

اے عزیز تم کب تک (بے مقصد) عالم کے گرد پھرتے رہو گے (زمین و آسمان پر) (لا یعنی) بحث میں مبتلا رہو گے حالانکہ خلاصۂ وجود تم ہو اور سرچشمۂ شہود بھی تم ہو، اپنے وجود میں نظر کرو، وفی انفسکم افلا تبصرون (اور خود تمہاری ذات میں بھی (ہے) کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا، تاکہ جو کچھ تم نے کل عالم میں تلاش کیا ہے خود اپنے وجود میں اسے عیاں دیکھ لو (درحقیقت) تمہارا ... اور ... ہے۔ تمہیں الفائے مسلمانی کی قسم، اس فصل کو اہل تسلیم کی طرح سنو ... جو ... بھی سنو تاکہ تمہیں معلوم ہو بلکہ مشاہدہ ہو جائے کہ جو چیز تمہارے ... ہے وہ خود تمہارے جان و دل کے درمیان ہے۔

بداں شرح اللہ صدرک ولیسرک امرک کہ قالب تو مرکبست از
چہار عنصر متضاد : خاک و باد و آب آتش و این ہر چہار بحقیقت در
قالب تو جمع اند ہر چہ بعد از خشک شدن قالب بر جای بماند از خاکست
و ہر رطوبت کہ د روست از آبست و ہر حرارت کہ در وست از آتش است
و ہر بر درت کہ در وست ز باد ست مکان خاک در قالب تو ظاہر ست
بل کہ عیانست و درین خاک آب را مکانی دیگرست لطیف، لایق
لطافت آب، بدلیل آنکہ پیش ازین گفتیم کہ آب و خاک ضد یک دیگر
دیگرند اجتماع ایشاں در یک مکان محالست و نیز در مکان ایشاں
مضایقت و مزاحمتست تا یکی برنخیزد دیگری بجای او نتواند نشست
و برہانش ہمانست کہ گفتہ شد و در این آب باد را مکان دیگرست
لطیف تر از مکان آب زیرا کہ اجتماع۔ ایشاں در یک مکان محالست
بدلیل آنکہ ہم اکنوں در استحالت اجتماع آب و خاک یاد کردہ شد و
درین باد آتش را مکان دیگرست لطیف تر از مکاں باد بہماں دلیل
و درین آتش جان ترا مکانی دیگرست لطیف تر از مکان آتش و در میان
جان تو حق را مکانی دیگرست لطیف تر از مکان جان تو ۔ و فوق مکان
حق تعالیٰ ہیچ مکان نیست و نتواند بود و در مکان خاک نہ آبست و نہ
باد نہ آتش و نہ جان و نہ خدای، و در مکان باد نہ خاکست و نہ آب
و نہ آتش و نہ جان و نہ خدای ، در مکاں آتش نہ خاکست و نہ آب
و نہ باد

اللہ تعالیٰ تمہارے سینے کو کھول دیں اور تمہارے معاملہ کو تم پر آسان فرمادیں
تم جان لو کہ تمہارا قالب چار متضاد عناصر کا مرکب ہے۔ مٹی، ہوا، پانی اور آگ .
یہ چاروں حقیقت میں تمہارے قالب میں جمع ہیں قالب کے خشک ہو جانے کے بعد
جو عنصر اپنی جگہ باقی رہتا ہے وہ خاک ہے۔ اس میں جو رطوبت ہے پانی کے سبب
ہے جو حرارت ہے آگ کے باعث ہے جو ٹھنڈک ہے ہوا کی وجہ سے ہے۔ خاک
کا مکان تمہارے قالب میں ظاہر ہے بلکہ عیاں ہے، اسی خاک میں پانی کا ایک
مکان دوسرا ہے، لطیف جو پانی کی لطافت کے لائق ہے اس دلیل کے مطابق
جو اس سے پہلے ہم نے بیان کی کہ پانی اور مٹی ایک دوسرے کے ضد ہیں اور ایک
مکان میں ان کا جمع ہونا امر محال ہے۔ نیز ان کے مکان میں مزاحمت اور تنگی
ہے، جب تک کہ ایک وہاں سے ہٹ نہیں جاتا دوسرا اس کی جگہ نہیں لے سکتا
اور دلیل اس کی وہی ہے جو بیان کی جا چکی ہے، اور اس پانی میں ہوا کا مکان دوسرا
ہے پانی کے مکان سے زیادہ لطیف، کیونکہ ایک مکان میں ان کا اجتماع
محال ہے اسی دلیل کے مطابق جو ابھی ابھی پانی اور خاک کے جمع ہونے کی حالت
کے سلسلے میں بیان کی گئی۔ اس ہوا میں آگ کا مکان علیحدہ ہے۔ ہوا کے مکان
سے لطیف تر، اسی دلیل کے مطابق۔ اور اسی آگ میں تمہاری روح کا مکان
دوسرا ہے، جو آگ کے مکان سے زیادہ لطیف ہے، اور تمہاری روح کے
درمیان حق تعالیٰ کا مکان ہے جو تمہاری روح کے مکان سے زیادہ لطیف
ہے اور حق تعالیٰ کے مکان سے فوق کوئی مکان نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔
(اب مسئلہ کو اس طرح سمجھیں کہ) خاک کے مکان میں نہ پانی ہے۔ نہ ہوا۔ نہ
آگ، نہ روح نہ خدا ہے۔ ہوا کے مکان میں، نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ
آگ، نہ روح نہ خدا ہے۔ آگ کے مکان میں، نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ ہوا

و نه جان و نه خدای، و در مکان جان نه خاکست و نه آب و نه باد و نه آتش و نه خدای، و در مکان خدای عز و جل نه خاکست و نه آب و نه باد و نه آتش وجان، با همه بی همه از همه دور، از همه بهمه نزدیک تر۔

ای درمیان دل وجان واز دل وجان پنهان، وای نور دیدگان و دیده از تو بی نشان، ای حاصل دل و دل از تو بی حاصل، اے نزدیک نه متصل، وای دور نه منفصل، همه جائی هستی ونمیدانم تا کجائی کجات جویم که در هرچه هست نشان تست ونمی دانم که از تو کجا نشان یابم فریاد از ما فریاد از نزدیکی تو ودوری بنده فریاد از حاضری تو و غایبی بنده، فریاد از جمال باکمال تو ونابینائی بنده، فریاد که هزار جان بنده فدای ندای تو باد۔

سؤال : اگر سایلی سؤال کند که این مکان که تو اثبات کردی در ازل بود یا نه اگر گوئی بود لازم آید که قدیم باشد و با حق تعالیٰ قدیمی دیگر اثبات کردن کفر بود واگر گوئی نبود هر آینه محدث باشد مخلوق وحلول قدیم در مخلوق ومحدث محال بود پس معلوم شد که اثبات مکان متعذرست!

ما جواب گوئیم : حاشا حلول بر ذات وصفات قدیم حق جل جلاله روانیست، نه هیچ مخلوق بذات او فرود آید

نہ روح نہ خدا ہے۔ روح کے مکان میں نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ ہوا، نہ آگ نہ خدا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے مکان میں، نہ خاک ہے، نہ پانی، نہ ہوا، نہ آگ اور نہ روح ہے۔ (وہ) سب کے ساتھ ہے اور سب سے جدا سب سے دور ہے۔

اے دل وجان کے درمیان (واسطہ اتصال) اور (پھر بھی) دل وجان سے پوشیدہ، اے آنکھوں کے نور اور (پھر بھی) آنکھ آپ سے بے آگاہ اے حاصل دل مگر دل آپ (کی یافت) سے بے حاصل۔ اے نزدیک مگر غیر متصل اے دور مگر غیر منفصل۔ آپ سب جگہ موجود اور میں نہیں جانتا کہ آپ کہاں ہیں آپ کو کہاں تلاش کروں کہ (یوں تو) جو کچھ ظاہر میں ہے وہ آپ پر دلیل ہے (مگر) میں نہیں جانتا کہ آپ کا پتہ کہاں پاؤں۔ ہماری دہائی ہے۔ گلہ آپ کی نزدیکی اور بندے کی دوری سے شکوہ آپ کی موجودگی اور بندے کے غائب ہونے سے۔ فریاد ہے آپ کے جمال باکمال اور بندے کی بے بصری سے آہ کہ بندے کی ہزار جانیں آپ کی ایک ندا پر فدا ہوں۔

سوال۔ اگر معترض یہہ سوال کرے کہ یہہ مکان جس کو تو نے ثابت کیا ہے، ازل میں تھا یا نہیں تو اگر تیرا جواب ہے کہ " تھا " تو حق تعالیٰ کے ساتھ مکان کا قدیم ہونا بھی لازم آیا، اور حق تعالیٰ کے ساتھ دوسرے قدیم کا اثبات کرنا کفر ہوگا۔ اور اگر تیرا جواب ہے کہ " نہ تھا " تو پھر اسکو یقیناً حادث و مخلوق ہونا چاہیئے اور قدیم کا حادث ومخلوق میں حلول کرنا محال ہوگا پس نتیجہ یہہ نکلا کہ مکان کا اثبات محال ہے۔

ہم جواب میں کہتے ہیں۔ حاشا حق جلّ جلالہ کی ذات وصفات قدیم کیلئے

و نہ ذات قدیم او بہ ہیچ مخلوق وماکینونت حق دریں مکان نہ بر
طریق حلول می گوییم، حاشا وکلا بل کہ بہمان طریق می گوییم کہ کینونت
روح با قالب، چہ روح بر ہمہ ذرات قالب محیطست و ہیچ ذرہ از
قالب از روح خالی نیست و با ہر ذرۂ از قالب موجودست بحقیقت
باآنکہ حلول بر او روا نیست زیرا کہ حلول واتحاد و انتقال از عوارض
اجسامست و ہیچ چیز از عوارض اجسام بر روح جائز نیست وا و موجود
بی تردداست پس ہمچناں کہ روح با ہمہ ذرہ ہای قالب بحقیقت موجود
است بی حلول در مکانی لطیف کہ لایق لطافت روحست، ذات مقدس
رب العالمین با ذرہ ہای آفرینش بحقیقت موجود است بی حلول و
اتصال و انفصال و بی مماسہ و محاذات، بلکہ در مکانی کہ لایق قدس
و نزاہت و رفعت و پاکی او باشد چناں کہ پیش ازیں بیان کردیم،
سوال : اگر سایلی سوال کند و گوید کہ بدیں دلایل قطعی مبین گشت
کہ درحقیقت آسمان و ہفت زمین بلکہ در کل کاینات ہیچ ذرہ از ذرات
آفرینش از ذات مقدس او دور و خالی نیست باآنکہ حلول واتصال بر و
روا نیست ولیکن اندرون ما ازیں معنی می رمد واز قبول آں باز می
جہد بسبب آنکہ ازیں لازم میاید کہ حق تعالی بذات در مواضع قذرہم باشد
چوں حشوش و مزابل وغیر آں وایں سخن شنیع و مستنکرست، جواب ایں سوال
راسہ جواب شافی بگوییم انشاءاللہ۔

نہ ان کی ذات قدیم کسی مخلوق کے ساتھ شامل ہو سکتی ہے، اور نہ ہم اس مکان میں حق تعالیٰ کے وجود کو بطریق حلول کہتے ہیں، حاشا و کلّا! بلکہ اسی طریق پر کہتے ہیں جیسے قالب کے ساتھ روح کی موجودگی۔ یقیناً روح تمام ذرات قالب پر محیط ہے اور قالب کا کوئی ذرہ روح سے خالی نہیں ہے اور قالب کے ہر ذرے کے ساتھ بحقیقت موجود ہے لیکن روح کے لئے حلول (کا حکم) جائز نہیں ہے کیونکہ اجسام کے عوارض میں سے کسی عارضے کا روح پر اطلاق نہیں ہوتا۔ پھر بھی روح بلاشک وشبہ موجود ہے، پس جس طرح کہ تمام ذرات قالب کے ساتھ روح بغیر حلول کے ایسے لطیف مکان میں جو روح کی لطافت کے لائق ہے فی الحقیقت موجود ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس بے حلول واتصال بے مماس ومحاذ ایسے مکان میں جو اس کے قدس تنزیہہ، رفعت اور پاکی کے لائق ہے، آفرینش کے ہر ذرّے کے ساتھ حقیقتاً موجود ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

سوال۔ اگر سائل سوال کرے اور کہے کہ ان دلائل سے یہہ بات قطعی واضح ہو گئی کہ درحقیقت آسمان و ہفت زمین بلکہ تمام کائنات میں ذرات آفرینش سے کوئی ذرّہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس سے دور اور اس کے بغیر نہیں ہے اس کے باوصف حلول واتصال (کا حکم) ان کی ذات مقدس پر جائز نہیں ہے لیکن ہمارا دل اس معنیٰ سے اس سبب سے گریز کرتا ہے اور اس بات کو قبول کرنے سے باز رکھتا ہے کہ اس سے یہہ لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ناپاک جگہوں پر بھی ہوں، جیسے گندگی ڈالنے کی جگہ وغیرہ اور یہہ بات سخت بری اور لائق نکیر ہے۔ اس سوال کا جواب ہم تین تشفی بخش جوابوں سے دیتے ہیں ان شاء اللہ۔

اوّل گوییم ادب نگاه باید داشت چه در همهٔ کارها ادب نگاه داشتن واجبست وچون سخن در ذات وصفات حق تعالیٰ رود، ادب نگاه داشتن وبحرمت سخن گفتن فرض عین باشد واز بهر این خود نشاید گفت که ای آفرینندهٔ خوک وخرس وای پرورندهٔ کژدم ومار وای پدید آرنده خار وخاشاک وآنچه بدین ماند اگرچه این چیزها را جز او کسی نتواند آفرید، نه بینی که ابراهیم علیه السلام چه گفت قوله تعالیٰ: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۱ مرض بخود اضافت کرد وشفا بحق تعالیٰ اگرچه بیماری جز حق تعالیٰ کسی نتواند داد وآنچه حق تعالیٰ می فرماید: مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۲ تعلیم آن ادبست از بهره تنزیه ساحت صمدیت از غبار صدور بدیها ومکاره، آری همچنین سیئها باید دانست ونباید گفت ونشاید گفت.

دوم گوییم که اتفاق همهٔ اهل اسلامست که انواع نجاسات وقاذورات را حق تعالیٰ می آفریند وآنچه در دم کژدم ونیش کرم جاریست او می نهد

۱۔ سورهٔ ۲۶ آیهٔ ۸۰ ۲۔ سورهٔ ۴ آیهٔ ۷۹

پہلا جواب ۔ ہم کہتے ہیں کہ ادب کو نگاہ میں رکھنا چاہیے ۔ جب تمام امور میں ادب کا لحاظ واجب ہے تو حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں گفتگو کرتے وقت ، ادب کو نگاہ میں رکھنا اور احترام کے ساتھ بات کرنا عین فرض ہو جاتا ہے چنانچہ ادب کو مدنظر رکھتے ہوئے خود یوں نہیں کہنا چاہیے ، اے خنزیر اور ریچھ کے پیدا کرنے والے ، اے سانپ بچھو کے پالنے والے ، اے کوڑے کرکٹ اور خار کے ظاہر کرنے والے ، اور اسی طرح کی اور ادب سے گری ہوئی باتیں نہ کہنی چاہئیں ۔ اگرچہ ان اشیاء کو بھی حق تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا ہے ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا موقف اختیار کیا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واذا مرضت فھو یشفین (اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھکو شفا دیتا ہے) (ابراہیم علیہ السلام نے) بیماری کو خود سے اور شفا کو حق تعالیٰ سے نسبت دی ، اگرچہ بیماری بھی سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں دے سکتا ۔ اور جو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک (اے انسان تجھکو جو کوئی خوشحالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ کی جانب سے ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آتی ہے وہ تیرے ہی سبب سے ہے) اس ارشاد سے مقصود برائیوں اور مکروہ باتوں کے غبار سے ، ذات صمدیت کی تنزیہہ کا ادب سکھانا ہے ۔ بے شک معصیتوں کے باب میں اسی طرح سمجھنا چاہیئے (ادب سے گری ہوئی بات) نہ کہنے کی ضرورت ہے اور نہ کہنا چاہیئے ۔

دوسرا جواب ۔ ہم کہتے ہیں کہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ نجاستوں اور ناپاکیوں کے انواع حق تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں اور جو کچھ بچھو کی دم اور کیڑے کے زہر میں جاری ساری ہے ، اسے بھی حق تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے

وجملۂ ارداث وتنا ذورات وآنجاس را اوآنگاه، می دارد، چه بی حفظ او بقای این ہمہ محالست این ہمہ می کند واز آں ہیچ نقص وعیب بذات وصفات مقدس او تعالیٰ عاید نمی شود پس چرا روا نباشد کہ با آں ہمہ باشد واز آں ہیچ غبار نقص بساحت قدس الوہیت او راہ نیابد باآنکہ معلومست کہ فعل بی فاعل وصفت بی موصوف نباشد وہرگز نتواند بود۔

جواب سوم وتحقیق اینست کہ گوییم ذات حق تعالیٰ ومکان او از اجرام پاک ہمچناں پاک ومنزہ است کہ از اجرام پلید، وبعد معنوی کہ میان مکان حق تعالیٰ وامکنۂ تمام مخلوقاتست ہزار بار چندانست کہ از بالای عرش تا تحت الثری بلکہ تقدیرا اگر کسی را ہزار ہزار سال عمر باشد ودر ہر نفسی ہزار ہزار گام بردارد وہر گامی از آں ہزار ہزار بار چنداں بود کہ از عرش تا تحت الثری از مکان جسمانیات بلکہ از مکان روحانیات، بمکان حق تعالیٰ رسد نتواند بلکہ رسیدن بداں مکان خود محال است ابدالاباد، چوں بعد معنوی بدیں صفت باشد قرب صورتی چہ زیاں دارد، واین را دو مثال بگوییم از بہر تقریب بافہام عوام :

مثال اول آں کہ نور آفتاب کہ بر پاک وپلید می تابد یکساں ودر ہر یکی آنچہ خاصیت اوست میافزاید او را نہ از بوی خوش مشک عنبر

اور تمام گوبر ناپاکیوں اور نجس چیزوں کی نگہداشت بھی وہی فرماتے ہیں کیونکہ بغیر ان کی حفاظت کے ان کا باقی رہنا محال ہے۔ یہہ سب اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات مقدس پر کوئی نقص اور عیب عائد نہیں ہوتا پس یہہ بات کیوں درست نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تمام (اشیاء) کے ساتھ ہیں۔ اس امر کے تسلیم کرنے سے ان کی الوہیت کے پاک صحن میں نقص وعیب کے غبار کو کوئی رسائی نہیں کیونکہ معلوم ہے کہ بغیر فاعل کے فعل اور بغیر موصوف کے صفت نہ تو موجود ہوتی ہے اور نہ ایسا کبھی ہو سکتا ہے

تیسرا جواب۔ اور تحقیق یہہ ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔ حق تعالیٰ کی ذات اور ان کا مکان پاک اجسام سے بھی اسی طرح پاک اور منزّہ ہے جس طرح ناپاک اجسام سے پاک اور منزّہ ہے۔ حق تعالیٰ اور تمام مخلوقات کے امکنہ میں جو معنوی بُعد ہے، وہ عرش کی بلندی سے تحت الثریٰ تک فاصلے سے بھی ہزار گنا زیادہ ہے بلکہ قیاساً اگر کسی کی عمر ہزار ہزار سال ہو اور وہ ہر نفس میں ہزار ہزار قدم اٹھائے اور اس کا ہر قدم عرش سے تحت الثریٰ تک فاصلے سے بھی ہزار ہزار گنا زیادہ ہو، اور وہ مکان جسمانیات بلکہ مکان روحانیات سے حق تعالیٰ کے مکان تک پہنچنا چاہے تو نہیں پہنچ سکتا بلکہ ابد الاباد تک اس مکان تک پہنچنا محال ہے۔ جب معنوی بُعد اس نوعیت کا ہو تو ظاہری قرب سے کونسا نقص لازم آتا ہے۔ ہم اس کو عام آدمی کی سمجھ سے قریب تر کرنے کے لئے دو مثالوں میں بیان کرتے ہیں۔

مثال اوّل یہہ کہ آفتاب کا نور پاک اور پلید دونوں پر یکساں چمکتا ہے اور ہر ایک میں جس طرح کی اس کی خاصیت ہے، اس خاصیت کو ترقی دیتا ہے (مگر) خود نور آفتاب (کے شرف) میں مشک وعنبر کی خوشبو

و پاکی آں ہیچ افزونی بود و نہ از گند مردار و پلیدی آں ہیچ نقصان باشد
دوم آنکہ روح کہ متصرف است در ہمہ اجزای بدن و موجود است در ہمہ ذرات وجود انسان و زندگی ہمہ بدوست و از وست و با این ہمہ از نجاسات قالب از خون و جز آں ہیچ خلل و نقصان بنزاہت و پاکی روح راہ نیابد کہ اگر روح ہزاراں سال با قالب پلید صحبت دارد ہمچناں پاک و مطہر باشد کہ پیش از تعلق بقالب بود و ہیچ تفاوت نکند۔

ای دوست من می خواہم کہ روح قرب من بمشام روح تو رسد و تو ہر ساعت دوری را بہانہ می جوئی، بہانہ جویاں دوری بسیارند و ہر روز از من دور ترند تو نزدیکی مرا بہانہ جوئی تا ہر دم بمن نزدیکتر نزدیکتر باشی، پادشاہی و کامرانی و راحت و انس تو بمن است خود را بخیال فاسد و ہم خطا و تسویل بیخبراں و وسوسہ دیوبردگان از من دور میندار تا از دولت قرب من محروم نشوی و از خلعت قبول و نواخت من برہنہ نمانی، قرب من با قرار و انکار تو و دیدن و نادیدن تو بنگردد من قریبم اگر تو خواہی و اگر نہ، و با توام اگر تو بینی و اگر نہ، از اقرار و انکار تو مرا چہ زیادت و نقصان بود مقصود فتوح تست و غرض راحت و روح تو۔

اور پاکی سے کچھ اضافہ ہوتا ہے اور نہ گندومردار اور ناپاکی سے کوئی کمی آتی ہے۔

مثال دوم یہ ہے کہ روح تمام اجزائے بدن میں منصرف ہے اور انسان کے وجود کے تمام ذرات میں موجود ہے اور زندگی کا تمام تر دارومدار اسی روح پر ہے، بااین ہمہ قالب کی نجاستوں، خون اور اس کے علاوہ (غلاظتوں) سے روح کی پاکی اور نزاہت میں کوئی خلل اور نقصان نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر روح ہزارہا سال بھی ناپاک قالب کے ساتھ رہے تب بھی اسی طرح پاک اور مطہر رہے گی جس طرح قالب کے تعلق سے قبل تھی اور اس میں کوئی فرق پیدا نہ ہوگا۔

اے دوست میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرب کی روح کی خوشبو تمہاری روح کے مشام تک پہنچے اور (افسوس کہ) تم ہر ساعت دوری کا بہانہ کرتے ہو۔ دوری کا بہانہ کرنے والے بہت ہیں اور ہر روز مجھ سے دور تر ہوتے جاتے ہیں، تم میرے نزدیک آنے کا کوئی بہانہ اختیار کرو تاکہ ہر دم مجھ سے قریب تر ہوتے رہو تمہاری پادشاہی، کامرانی، راحت اور انس مجھ سے وابستہ ہے۔ اپنے فاسد خیال، پُرگناہ وہم غافلوں کے دل کی سیاہی اور گرفتار شیطان (لوگوں) کے وساوس میں مبتلا ہوکر خود کو مجھ سے دور نہ کرو، تاکہ تم میری دولت قرب سے محروم نہ ہو جاؤ اور میری پسندیدگی اور نوازش کی خلعت سے برہنہ نہ رہ جاؤ۔ میرا (ایقان) قرب تمہارے اقرار اور انکار یا تمہاری دید وناوید سے بدل نہیں جائے گا۔ تم چاہو نہ چاہو، میں تمہارے قریب ہوں۔ تم دیکھو یا نہ دیکھو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارے اقرار وانکار سے میرا کیا فائدہ اور کیا نقصان ہوتا ہے۔ مقصود تو تمہیں نتیجہ (روحانی مشاہدہ) عطا کرنا اور تمہاری روح کو راحت وخوشی سے ہمکنار کرنا ہے۔

سؤال : اگر سایلی سؤال کند که چوں مکاں اینست که تو بیاں کردی:
اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی [1] چیست ؟
جواب : گوییم پادشاہی پادشاہان صورت نمودار پادشاہی پادشاہ پادشاہاں است جل جلالہ، و پادشاہان صورت را دو جای باشد یکی سرای حرم خاص و وطن پادشاہ بداں مخصوص باشد و محرماں پادشاہ و خاصگیاں او بداں مقرون و دیگر بارگاہ عام کہ رعیت را آنجا بار دہند و مظلومان آنجا داد خواہند و حاجتمنداں آنجا حاجت عرض کنند و خدمت گاران وظیفہ خدمت آنجا گزارند و مشتاقان دیدار پادشاہ آنجا بمقصود رسند و نواختگاں را آنجا خلعت دہند و محرمان را آنجا سیاست فرمایند و علی الجملہ مصالح مملکت و ترتیب مناظم دولت دریں سرای بار باشد نہ در سرای خاص، وچوں ایں معلوم کردی بداں کہ ہمہ ذرہ ہای آفرینش سرای خاص مالک الملوک ست جل جلالہ، و جز محرمان را و خاصگیان حضرت عزت را دریں مقامہا راہ نبود و جز خواص انبیاء و اولیاء او را در ذات آفرینش نتوانند دیدن

۱- سورۂ ۲۰ آیۂ ۵

سوال۔ اگر کوئی سائل سوال کرے کہ جب مکان یہی ہے جو تو نے بیان کیا ہے تو الرحمٰن علی العرش استویٰ (وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے) کا مفہوم کیا ہے؟۔

جواب۔ ہم کہتے ہیں کہ ظاہری بادشاہوں کی بادشاہت میں اس بادشاہوں کے بادشاہ جل جلالہ کی بادشاہت کی ایک صورت ہے۔ ظاہری بادشاہوں کے دو مقام ہیں، ایک بارگاہِ خاص (حرم سرا) جو بادشاہ کے قیام کے ساتھ مخصوص ہے اور بادشاہ کے محرم اور خاص ملازم وہاں باریاب ہوتے ہیں اور دوسرا بارگاہ عام، جہاں رعیت کو حاضر ہونے کی اجازت ہے۔ وہاں مظلوم دادخواہ ہوتے ہیں، اہل حاجت اپنی حاجت پیش کرتے ہیں خدمت گار وظیفۂ خدمت پیش کرتے ہیں، بادشاہ کے دیدار کے مشتاق اپنا مقصود پاتے ہیں۔ جن کو نوازا گیا ہے ان کو خلعت عطا کرتے ہیں اور مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔ اور فی الجملہ مملکت کی پالیسیاں اور حکومت کا نظم و نسق اسی جگہ طے ہوتا ہے۔ بادشاہ کی سرائے خاص میں یہ معاملات نہیں ہوتے۔

جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ آفرینش کے تمام ذرّے مالک الملوک جل جلالہ کی سرائے خاص ہے۔ جہاں سوائے محرموں اور حضرت عزّت کے خاص بندوں کے کسی اور کا گزر نہیں اور سوائے اس کے خواص انبیاء اور اولیاء کے کوئی ہستی آفرینش میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ نہیں کر سکتی

لہ شیخ اکبر قدس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ "ہمارے شیخ المعتی کہا کرتے تھے کہ کل ماسوی اللہ حق تعالیٰ کا عرش ہے بکل شیٔ محیط کا مطلب یہی ہے۔ ہر شے پر وہ مستوی ہے اور شان احاطت وعلو حقیقی اسی کی ذات غنی وحمید کو ثابت کرتا ہے۔
(فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۲)

باز عرش مجید بارگاہ عامست محتاجان را جای عرض حاجت آنجاست
و ملایک در وقایع بدانجا رجوع کنند و اعمال بندگان آنجا عرض کنند
و مشتاقان آنجا دیدار یابند و خلعت مقبولان از آنجا فرستند و شقاوت
مردودان آنجا رقم زنند و علی الجمله هرچه در کل مملکت رود از
خیر و شر و نفع و ضر حوالت گاه آں بارگاہ عرشست و عرش را حوالت
گاہ ایں همه وقایع ساختن محض رأفت و عین رحمت بود تا سرگشتگان
از تیه حیرت برهند و در سوانح وقایع و حاجات قصد آں بارگاہ کنند
و ازیں سبب گفت که : اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۔ ۱
و لفظ استوی اشارت بدوام ظهورست بی احتجاب و مثال استوای
حق تعالیٰ بر عرش از راه تقریب است بافهام وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۲
چناں داں که استوار آفتاب در نیم روز است و جرم آفتاب و نور
او در نیم روز و غیر نیم روز یکساں باشد ولیکن محتاجان نور بهره
تمام تر از نور او در وقت استوا یابند، هم چنیں ذات حق تعالیٰ
و صفات او پیش از استوی بر عرش و پس از استوی در قدس و
نزاهت و جلال و کمال یکساں بود و با استوی هیچ تغیّر و تبدیل بدو
راه نیافت الا آنکه نصیب محتاجان از وجود او بعد از استوی
تمام شد

---

۱ - سورۂ ۲۰ آیۂ ۵ ۲ - سورۂ ۱۶ آیۂ ۶۰

اور عرشِ مجید (حق تعالیٰ کی) عام بارگاہ ہے جہاں محتاج اپنی حاجت پیش کرتے ہیں اور ملائکہ وقوعات کے سلسلے میں اسی جگہ رجوع کرتے ہیں اور بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں (اور یہیں) مشتاق دیدار (دیدار الٰہی) سے مشرف ہوتے ہیں، یہیں سے مقبولوں کے لئے خلعت بھیجی جاتی ہیں اور مردود دل کی بدبختی یہیں رقم کرتے ہیں الحاصل جو کچھ کل کائنات میں خیر و شر اور نفع و ضرر ہوتا رہتا ہے، ان کے تحویل کی جگہ یہی بارگاہ عرش ہے اور عرش کو ان تمام وقوعات کی تحویل گاہ بنانا عین مہربانی اور رحمت کی بنا پر تھا تاکہ بیابان حیرت کے سرگشتہ خلاصی پاکر اپنے اچھے برے احوال واقعات اور حاجات پیش کرنے کے لئے اس بارگاہ کا قصد کریں اور اسی سبب سے فرمایا الرحمٰن علی العرش استوی (وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے) اور استویٰ کا لفظ بے پردہ دوام ظہور کی جانب اشارہ ہے.

حق تعالیٰ کے عرش پر استویٰ کی مثال (اس کی حقیقت کو) قریب الفہم بنانے کے لئے ہے ولہ المثل الاعلیٰ (اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑے اعلیٰ درجے کی صفات ثابت ہیں) یوں سمجھو کہ آفتاب کا استویٰ نصف دن ہے حالانکہ آفتاب کا جسم اور اس کا نور نصف دن اور اس کے علاوہ دن کے کسی حصے میں بھی یکساں ہوتا ہے لیکن روشنی کے حاجت مند آفتاب کے نور سے تمام تر حصہ اس کے استویٰ کے وقت پاتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ کی ذات اور ان کی صفات عرش پر مستوی ہونے سے قبل یا مستوی ہونے کے بعد نزاہت پاکی اور جلال و کمال میں یکساں تھیں اور مستوی ہو کر کسی تبدیلی اور تغیر نے ان میں راہ نہیں پائی، البتہ استویٰ کے بعد سے محتاجوں کے نصیب اس کے وجود سے (استویٰ کے وجود سے) بہرہ مند ہو گئے۔ استویٰ کی ایک

و استوی را مثالی روشن تر از این نتوان نبود و ورای این جز ذوق
و مشاہدہ نیست ، بیت :

لقد اسمعت لو نادیت حیاً
ولکن لاحیات لمن ینادی

سے زیادہ واضح اور روشن مثال نہیں بیان کی جا سکتی اور اس سے آگے سوائے ذوق و مشاہدہ کے کچھ نہیں ہے۔ بیت

اگر کوئی زندہ ہوتا اور میں اس کو آواز دیتا تو وہ سن لیتا مگر جب حیات ہی نہیں تو کس کو پکارا جائے۔

فصل دربیان زمان

ومعرفت کن فیکون. قوله عزوجل : وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ کَلَمحٍ بِالْبَصَرِ ۱ وقوله تعالی : اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۲

سوال : اعتقاد اہل سنت وجماعت آنست که الله مریدست بارادتی قدیم ازلی متعلق بارادت نامتناهی، وارادت قدیم جز موجبه نتواند بود وموجبه آن باشد که حصول همه مرادات بدو مقرون بود بی درنگ، ومعلومست که هیچ چیز از مرادات ازلی نیست ارادت نیز باید که ازلی نبود چه تعلق ارادت بچیزی حدوث آن اقتضا کند زیرا که تعلق مرادات حادث با ارادت قدیم محال باشد، پس مرادی که تا ابدالاباد در وجود خواهد آمد متعلق ارادت موجبه که در ازال ازال بود چون تواند بود ؟ ونیز از موجودات چیزی هست که بشش هزار سال موجود گشت وآن آسمان وزمین است که : فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۳ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ ۴

۱ـ سورهٔ ۵۴ آیهٔ ۵۰ — ۲ـ سورهٔ ۱۶ آیهٔ ۴۰

۳ـ سورهٔ ۷ آیهٔ ۵۴ — ۴ـ سورهٔ ۲۲ آیهٔ ۴۷

فصل زمان کے بیان میں اور معرفت کن فیکون

اللہ عزّ وجل فرماتے ہیں "وما امرنا الاّ واحدۃ کلمح البصر" (اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا) اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "انما قولنا لشیئ اذا اردناہ نقول لہ کن فیکون" (ہم جس چیز کو (پیدا کرنا) چاہتے ہیں پس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا (کافی) ہوتا ہے کہ تو (پیدا) ہو جا پس وہ (موجود) ہو جاتی ہے)

سوال۔ اہل سنّت وجماعت کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادۂ قدیم ازلی کے ساتھ جو متناہی ارادت سے متعلق ہے ارادہ فرماتے ہیں، اور ارادۂ قدیم بغیر "موجبہ" کے نہیں ہو سکتا۔ اور "موجبہ" وہ ہوتا ہے کہ بے تأمل تمام مرادات کا حصول اس سے قریب ہو۔ اور معلوم ہے کہ مرادات میں کوئی شئے ازلی نہیں ہے تو پھر ارادت کو بھی ازلی نہ ہونا چاہئے، کیونکہ ارادت کا کسی شئے سے تعلّق اس کے حادث ہونے کا مقتضی ہے، اس لئے مُرادات حادث کا ارادۂ قدیم سے تعلّق محال ہے۔ پس وہ مرادات جو ابدالآباد تک وجود میں آئیں گی ان کا تعلّق ارادتِ موجبہ سے جو ازل الازال میں تھی کس طرح ہو سکتا ہے؟ نیز موجودات میں سے کوئی شئے بے چون و چرا مدّت میں پیدا ہوئی جیسے آسمان و زمین کہ فی ستۃ ایام (چھ روز میں پیدا کیا) و ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون (اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن یعنی

و چیزی هست که او بچهل هزار سال موجود گشت وآن آدم بود علیه السلام
که : خمرت طینة آدم بیدی اربعین صباحًا ، پس کن فیکون که بچهل هزار
سال پدید آید چگونه دانیم ؟

جواب : وبالله التوفیق والعصمة ، گوییم ارادت موجبه حصول مرادات
را اقتضا کند چنان که گفتیم الا آنکه چهار چیز دیگر بباید تا حصول مرادات
با نفاذ ارادت کامل باشد و اگر یکی ازین چهار یافته نشود نفاذ ارادت
ناقص بود و نقصان نفاذ ارادت از نقصان ارادت بود ، وتقدست
صفة الازلیه عن وصمة النقصان وسمة الحدثان :

اول آنکه مراد بروفق مرید باشد بدان وقت که او خواهد نه پس و
نه پیش ۔

دوم آنکه آنجا پدید آید که مرید خواهد نه جای دیگر ۔

سوم آنکه بآن مدت پدید آید که مرید خواهد نه کم و نه بیش ۔

چهارم آنکه بدان صفت پدید آید که مرید خواهد نه بصفتی دیگر ۔

تقدیرا آدم را علیه السلام گفت : بباش بفلان صفت بفلان وقت
درمیان مکه و طایف بچهل هزار سال ، لاجرم ببود چنانکه خواست بچندان
مدت که خواست ، در آن وقت که خواست ، آنجا که خواست ، بدان
صفت که خواست ، و اگر تقدیرا در یک طرفة العین پدید آمدی بر
خلاف امر کن فیکون بودی زیرا که اقتضاء کن در حق او آن بود که
بچهل هزار سال موجود شود ، نه کم و نه بیش ، پس معلوم شد که حق
تعالی هرچه می آفریند ۔

قیامت کا دن امتداد میں) برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق)
اور کوئی شئے جو چالیس ہزار سال میں وجود میں آتی اور وہ آدم علیہ السلام تھے
کہ (جن کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ) میں نے اپنے ہاتھ سے چالیس دن میں آدم کی
مٹی کا خمیر اٹھایا پس کن فیکون کو جو چالیس ہزار سال میں ظاہر ہوا کس طرح سمجھیں۔

جواب: توفیق اور حفاظت اللہ کے ہاتھ ہے۔ ہم کہتے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے ارادت نہ بہ مرادات کے حصول کو مقتضی ہوتی ہے مین اس کے باوجود چار دوسری چیزیں بھی درکار ہوتی ہیں، تاکہ مرادات کا حصول ارادے کے نفاذ کے ساتھ مکمل ہو سکے۔ اگر ان میں ایک کی کمی ہو تو ارادے کا نفاذ ناقص ہوگا اور ارادے کے نفاذ کا نقص خود ارادے ہی کا نقص ہے دراں حالیکہ صفت ازلیہ نقص کے عیب سے پاک ہے۔ پہلی بات یہ کہ ارادہ کرنے والا جب ارادہ کرے تو مرادیں اس کے موافق ہوا اور اسی وقت حاصل ہو جائے نہ جلد ہو نہ دیر سے۔ دوسرے یہ کہ ارادہ کرنے والا جہاں چاہے وہیں ظاہر ہو نہ کہ دوسری جگہ۔ تیسرے یہ کہ ارادہ کرنے والا جتنی مدت میں چاہے ٹھیک اتنی ہی مدت میں ظاہر ہو نہ کہ کم او رزیادہ مدت میں۔ چوتھے یہ کہ ارادہ کرنے والا جس صفت پر پیدا کرنا چاہے اسی صفت پر ظاہر ہو نہ کہ کسی دوسری صفت پر۔ بالفرض آدم علیہ السلام کو بایں فلاں صفت کے ساتھ فلاں وقت مکہ اور طائف کے درمیان چالیس ہزار سال تک منتظر رہے چنانچہ قطعی طور پر ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ (حق تعالیٰ نے) چاہا۔ جتنی مدت کے لئے چاہا۔ جس وقت چاہا اور جس جگہ پر چاہا اور جس صفت کے ساتھ۔ بالفرض (آدم) چشم زدن میں پیدا ہو جاتے تو کن فیکون کے امر کے خلاف ہوتا کیونکہ آدم علیہ السلام کے حق میں امر کن فیکون وہی تھا کہ چالیس ہزار سال میں پیدا ہوں نہ کم نہ زیادہ پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ جو کچھ پیدا فرماتے ہیں ارادت موجب اور

بارادت موجبه وامر کن فیکون می آفریند واختلاف ازمنهٔ مرادات هم ازمقتضای ارادت وامر کن فیکون است نه مناقص قدم وایجاد ارادت ونه منافی کن فیکونست.

اکنوں بداں ای طالب حقایق اشیا و ای مرید معرفت غوامض امرا که ایں جواب اگرچه شافی وکافی ومبرہن وروشنست امادر قعر ایں دریا بس درہای معرفتست بلکه خس ومهره ہالی ساحل ایں دریا بحر بی منتہات وشناختن حقیقت کن فیکون ورای اینست وصحت ایں دعوی آنست که حق تعالی می فرماید که : وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ [۱] کارمن یکیست وآں چند چشم زدنی است نه بیش و نه کم، وجای دیگر می فرماید : وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَبُ [۲] ای بل ہو اقرب، یعنی کار روز قیامت کم ازیک چشم زدنست ومعلوم است که درازی روز قیامت پنجاه ہزار سال خواہد بود : فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ [۳] پس بدانستیم که ایں پنجاه ہزار سال بنزدیک حق تعالی کم ازیک چشم زدن است وشناختن ودانستن ایں سرّ شگرف جز بمعرفت تفاصیل ازمنه نتواند بود وشناختن آں سخت غامض و باریکست واثبات آں بطریق اقامت حجج وبراہین متعذرست زیراکه چیزی چندست در شناختن آں که جز بمشاہدهٔ بصایر نتواں دانست اما اگر بایمان وتسلیم قبول کنی بآخر روشن گردد چناں که طریقت بیان کرد اکنوں آمدیم به بیان زماں.

۱- سورهٔ ۵۴ آیهٔ ۵۰ ۲- سورهٔ ۱۶ آیهٔ ۷۷

امرِ کن فیکون کے مطابق ہی پیدا فرماتے ہیں نیز ظہور) مرادات کے زمانوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ ارادت اور امرِ کُن فیکُون ہی کا مقتضا ہوتا ہے۔ اس لئے نہ یہ قِدم اور ایجاد ارادت کے منافی ہے، نہ ہی کُن فیکُون کے منافی۔

اے حقائق اشیاء کے طالب اور اسرار کی باریکیوں کی معرفت کا ارادہ کرنے والے، جان لے کہ اگرچہ یہ جواب شافی و کافی، اور مدلل و روشن ہے تاہم اس اس دریا کی تہہ میں معرفت کے موتی بہت زیادہ ہیں، بلکہ اس دریا کے ساحل کا کوڑا اور مہرہ خود ایک بحرِ بے کنار ہے اور کُن فیکُون کی حقیقت کی معرفت اس سے دری ہے اور اس دعویٰ کی صداقت (کی دلیل) یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "وما امرنا الاواحدۃ کلمح بالبصر" (اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جاتے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں "وما امر الساعۃ الاکلمح البصر اوھوا قرب" (اور قیامت کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلدی) یعنی قیامت کا وقوع آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ جلد ہوگا حالانکہ معلوم ہے کہ قیامت کے دن کی درازی پچاس ہزار سال ہوگی فی یومٍ کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃ (اس دن میں جس کی طوالت پچاس ہزار برس ہے) پس ہمیں معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک یہ پچاس ہزار سال ایک چشم زدن سے بھی کم ہے۔ اس سرِ عجیب کا علم زمان کی تفصیل کی معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس کی معرفت بہت دقیق اور باریک ہے اور اس کا اثبات حجت اور دلیل کے طریقے کو اختیار کرنے کے باوصف تشنہ رہتا ہے کیونکہ اس مسئلے میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کی معرفت بغیر مشاہدہ کے حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن اگر تم (ابتداءً) ایمان اور عاجزی کی فہم کے ساتھ اس بات کو قبول کرلو تو بالآخر زمان کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ جیسا کہ اہلِ طریقت نے بیان کیا ہے۔ اب ہم زمان کے مسئلہ پر آتے ہیں۔

بداں بارک اللہ علیک کہ زماں سہ نوعست : زماں جسمانیات و زماں روحانیات و زمان حق تعالی ۔

اما نوع اول دو مرتبہ است : مرتبۂ اول زمان جسمانیات کثیف : و آں زماں از حرکات افلاک خیزد چناں کہ پارد امسال و دی و امروز و فردا و درازی و کوتاہی ایں زماں روشنست ، و معلومست کہ سال دراز ترست از ماہ ، و ماہ کوتاہ ترست نسبت با سال و دراز ترست نسبت با روز ، و دریں زماں ہم ماضی و ہم مستقبل و ہم حال بود ، دی ماضی است و فردا مستقبل ، و آنکہ در آنی حال ، و دریں زمان مضایقت ہم ہست تا دی نرفت امروز نتوانست آمد و تا امروز نرود فردا نتواند آمد و اجتماع ایشاں دریک زماں محال ست ، مرتبہ دوم زماں جسمانیات لطیف است و آں زمان پر یانست و ہرچہ در زمان جسمانیات کثیف دراز ست دریں زمان کوتا ہست و ہر کہ دریں زماں کاری کند بروزی چنداں کار کند کہ بماہی بل کہ بسالی در زمان جسمانیات کثیف نتواند کرد ، چنانکہ شنیدہ باشی از سرعت کار جن و شیاطین و نیز فرزنداں جنیاں بروزی چنداں بپالند کہ فرزنداں آدمیاں بدہ سال ، بسبب آں بالیدن ایشاں در زمانیست کہ اندک آں بسیارست و کوتاہ آں دراز ، و ایں زمان را نیز ماضی و مستقبل و حال ہست و لیکن رایق آں زمان دی و فردا کہ مستقبل و ماضی آدمیان است جنیا نرا حالست و ایشاں در آں تصرف توانند کرد و ماضی و مستقبل کہ حال ایشانست

اللہ تعالیٰ تم پر برکت نازل فرماتے جان لو کہ زمان کی تین قسمیں ہیں۔
زمانِ جسمانیات، زمانِ روحانیات اور زمانِ حق تعالیٰ

نوعِ اوّل کے دو مرتبے ہیں۔ مرتبۂ اوّل جسمانیاتِ کثیف کا زمان۔ یہ وہ زمان ہے جو افلاک کی گردش و حرکت سے پیدا ہوتا ہے جیسے پچھلا اور موجودہ سال پچھلا اور آج کا دن اور کل کا دن۔ یہاں زمانے کی درازی اور کوتاہی قطعی واضح ہے، سب کو علم ہے کہ سال مہینے سے بڑا ہوتا ہے اور مہینہ سال کی نسبت سے چھوٹا ہوتا ہے لیکن دن کی نسبت سے بڑا ہوتا ہے۔ اس زمان میں ماضی بھی ہوتا ہے، مستقبل بھی اور حال بھی۔ گزرا ہوا کل ماضی ہے، آنے والا کل مستقبل ہے اور جو موجودہ آن ہے وہ حال ہے۔ اس زمانے میں تنگی اور تضاد بھی ہے۔ جب تک گزشتہ کل رخصت نہیں ہوتا آج کا دن نہیں آسکتا اور جب تک آج کا دن باقی ہے آنے والا کل نہیں آسکتا اور ان کا ایک زمان میں جمع ہونا بھی محال ہے۔

مرتبہ دوم جسمانیاتِ لطیف کا زمان ہے۔ یہ اُڑنے والی مخلوق کا زمان ہے۔ جو کچھ جسمانیات کثیف کے زمان میں دراز ہے اس زمان میں وہ کوتاہ ہے اور جو کوئی اس زمان میں کوئی کام کرے وہ ایک دن میں اس قدر کام کرسکتا ہے کہ جسمانیات کثیف کے زمان میں ایک ماہ بلکہ ایک سال میں پورا نہیں ہوسکتا۔ اور یہ جو تم نے سنا ہے کہ سرعتِ کار کے سبب سے جن اور شیاطین نیز جنّیوں کے فرزند ایک دن میں اس قدر بالیدگی حاصل کرتے ہیں کہ آدمیوں کے فرزند دس سال میں ان کی اس قدر بالیدگی ایسے زمان میں ہے جہاں کا تھوڑا بھی بہت ہوتا ہے اور چھوٹا بھی بڑا ہوتا ہے اس زمانے میں بھی ماضی، مستقبل اور حال ہے لیکن اس زمان کے متن سبب [illegible] اور آنے والا کل جو انسانوں کا ماضی اور مستقبل ہے جنّیوں کا حال ہے اور [illegible] اس میں کوئی تصرف نہیں کرسکتے اور ماضی و مستقبل جو ان کا حال ہے...

پارو امسال آدمیانست واین معنی تقریبست نہ تحدید وبر این حجتی اقامت نتوان کرد اما بصائر را درین شکی نیست ونباشد۔

اما نوع دوم زمان اروحست : درروحانیات و این زمان را اقسام بسیاراست وغرض ما ازیک قسم حاصل می آید برآں اختصار کردیم وآں زمان ملایکہ است، علیہم السلام : بداں کہ ہرچہ درزمان جنیاں درازست وبسیار، درزمان ملایکہ کوتاہست واندک، ہزار سال دریں زماں یک نفس باشد وہرکہ دریں زمان کاری کند کار ہزارسال بیک نفس تواند کرد ودریں زمان مزاحمت ومضایقت نیست ہزارسال گذشتہ باہزارسال ناآمدہ دریں زماں جمع تواند آمد وماضی این زماں بازل وابد محیط نیست ونتواند بود زیراکہ ایں متناہی است ومتناہی بنا متناہی محیط نشوذ وراى ایں ہمہ زمان حق تعالیٰ فہم کن، حالتی است کہ آنرا نہ ماضی است ونہ مستقبل، محیط بازل وابد، بل کہ ازل وابد درآں یک نقطہ است، وازل آں ابد وابد آں ازل، بل کہ آنرا نہ ازل بود ونہ ابد، اگر بدرازی آں زماں نگری ازل وابد کمتر ازطرفتہ العینی نماید واگر از کوتاہی آں اندیشہ کنی ازل و ابدرا درآں یک لمحہ یابی وایں زماں راگذشتن وآمدن نیست وتعدد وتجدد وتبعیض را بداں راہ نیست وہمچناں کہ مکاں حق تعالیٰ یکیست نامتعدد وبا آنکہ یکیست

کا گزشتہ سال اور موجودہ سال ہے۔ یہ بات ایک درجہ میں سمجھنے کے لئے ہے نہ کہ حد بندی کے لئے اور (گو) اس پر حجت بھی قائم نہیں کی جا سکتی، لیکن بصیرت کو اس حقیقت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہونا چاہئے۔

البتہ نوعِ دوم ارواح اور روحانیات کا زمان ہے۔ اس زمان کی بہت سی قسمیں ہیں اور ہماری غرض ایک کے ذکر سے حاصل ہو جاتی ہے' اسی پر ہم اختصار کرتے ہیں، اور وہ ملائکہ علیہم السلام کا زمان ہے۔ تم جان لو کہ جو کچھ جنبوں کے زمان میں بڑا اور بہت ہے وہ ملائکہ کے زمان میں چھوٹا اور کم ہے۔ اس زمان میں ہزار سال ایک نفس ہوتا ہے اور جو کوئی اس زمان میں کام کرے تو ہزار سال میں ختم ہونے والا کام ایک نفس میں انجام دے سکتا ہے اور اس زمان میں مزاحمت اور تنگی بھی نہیں ہے۔ گزرے ہوئے ہزار سال آنے والے ہزار سال اس زمان میں جمع ہو سکتے ہیں۔ اس زمان کا ماضی بجز ازل نہیں ہے اور اس کا مستقبل بجز ابد نہیں ہے۔ اور یہ زمان ازل اور ابد پر محیط نہیں ہے اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ یہ زمان (زمانِ ملائکہ) متناہی ہے، اس لئے متناہی نامتناہی پر محیط نہیں ہو سکتا۔ اس زمان سے وری حق تعالیٰ کے زمان کو تصوّر کرو۔ وہ ایک حالت ہے کہ اس کا نہ ماضی ہے نہ مستقبل ہے۔ ازل و ابد پر محیط ہے۔ بلکہ ازل اور ابد اس کا ایک ہی نقطہ ہے اور ابد اس کا ازل ہے اور ازل اس کا ابد بلکہ (درحقیقت اس زمان کا) نہ ازل ہے اور نہ ابد۔ اگر تم اس کی درازی پر نگاہ ڈالو تو ازل اور ابد پلک کی ایک جھپک سے بھی کم تر نظر آئے اور اگر اختصار کا تصوّر کرو تو ازل اور ابد کو اس میں ایک لمحہ کے بقدر پاؤ گے اور اس زمان میں گزرنا اور آنا نہیں ہے۔ تعدد، تجدد، اور شمار کو اس میں راہ نہیں ہے اور جس طرح حق تعالیٰ کا مکان "ایک" نامتعدد ہے اور اس سبب سے کہ وہ ایک ایسا ہے کہ تعدد

کہ تعدد نپذیرد ہیچ ذرۂ از ذرہ ہای آفرینش از وجود نیست بلکہ باہر ذرہ چنانست کہ گوئی درہمۂ مملکت جز آں یک ذرہ نیست و ایں زمان مانیز یکیست کہ تعدد نپذیرد و باآنکہ یکیست ہیچ لحظہ از ازل بی اول و ابد بی آخر تقدیر نتواں کرد کہ نہ ایں زمان را باآں لحظہ چناں یابی کہ نہ قبل آں تواں گفت و نہ بعد آں، و گوئی کہ زمان خود جز آں یک لحظہ نیست و حق تعالی دریں یک زمان کہ تعدد و تجزی نپذیرد نہ ہیچ متعدد و متجزی درو گنجد قادرست بیک قدرت نامتعدد برہمۂ مقدورات نامتناہی و مریدست بیک ارادت نامتعدد برہمۂ مرادات نامتناہی عالمست بیک علم نامتعدد برہمۂ معلومات نامتناہی و بیناست بیک بینائی نامتعدد برہمۂ مرئیات نامتناہی و شنواست بیک شنوائی نامتعدد برہمۂ مسموعات نامتناہی و متکلم است بیک کلام نامتعدد برہمۂ سخنہای نامتناہی، و اہل بدعت چوں از نور ظہور ایں سر محجوب گشتند منکر قدم قرآں شدند و گفتند کہ آنگہ کہ موسیٰ نبود و کوہ طور نبود حق تعالی با او چوں گفت: فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى -[۱] باآنکہ با معدوم سخن گفتن سفہ باشد بیچارگان چوں جز زمان گا و خر نشناختند و با زمنۂ روحانیات ہرگز سفر نکردند شبہتی بدیں رکیکی

۱- سورۂ ۲۰ آیۂ ۱۲

قبول نہیں کرتا، آفرینش کے ذروں میں سے کوئی ذرہ اس سے دور نہیں ہے بلکہ وہ ہر ذرے کے ساتھ ایسا ہے کہ گویا تمام مملکت میں کوئی ذرہ اس کے بغیر موجود نہیں، اسی طرح ہمارا یہ زمان بھی ایک ہے جو تعدّد کو قبول نہیں کرتا اور اس سبب سے کہ یہ ایک ہے اس کو ازلِ بے اوّل اور ابدِ بے آخر سے کسی لحظہ بھی جدا نہیں پایا جا سکتا حتیٰ کہ تم اس زمان کو پل بھر کے لئے بھی ایسا نہ پاؤ گے کہ یہ کہہ سکو یہ اس سے قبل تھا یا بعد اور کہو گے اپنا زمان اُس (زمانِ الٰہی) کے بغیر ایک لحظہ بھی متصوّر نہیں ہو سکتا حق تعالیٰ اس ایک زمان میں جو نہ تو تعدّد اور تجزیہ کو قبول کرتا ہے اور نہ تعدّد اور تجزیہ کی وہاں گنجائش ہے، تمام نامتناہی مقدورات پر ایک نامتعدد قدرت کے ساتھ قادر ہے (اور وہی) تمام نامتناہی مرادات پر بلا تعددِ ارادات ایک (ہی) ارادہ کرنے والا ہے (وہ) تمام نامتناہی معلومات پر ایک ایسے علم کے ساتھ عالم ہے جس میں کوئی تعدد نہیں (وہ) تمام نامتناہی مرئیات کو ایسی نظر سے دیکھ رہا ہے جس میں کوئی تعدد نہیں (وہ) تمام نامتناہی مسموعات کو اس طرح سُن رہا ہے کہ اس کی سماعت میں کوئی تعدد نہیں اور (وہ) تمام نامتناہی کلمات کا ایسا متکلم ہے کہ خود اس کے کلام میں کوئی تعدد نہیں۔ اہلِ بدعت چونکہ اس راز سے محروم رہے اس لئے قِدمِ قرآن کے منکر ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ اس وقت جبکہ نہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور نہ ہی طُور کا وجود تھا حق تعالیٰ نے ان سے یہ کیسے خطاب کیا فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی (پس تم اپنی جوتیاں اُتار ڈالو کیونکہ تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو) اس لئے کہ معدوم سے کلام کرنا تو دیوانہ پن ہے۔ ان بے چاروں نے چونکہ کاتے اور گدھے کے زمان کے سوا کچھ نہیں پہچانا اور انہوں نے روحانیات کے زمانوں کا سفر قطعاً نہیں کیا اسی باعث اس نوعیت کے رکیک شبہ اور باطل

وخیالی بدین باطلی راه برایشاں برد و اگر ہیچ گونہ از مضیق اجسام
وزمان او وتنگنائی عالم صورت بمقدار یک نفس باز رستہ بودندی
واز میان جان مطالعۂ ازمنۂ روحانیات کردہ بودندی بدانستندی
کہ زمانی کہ آنرا ماضی ومستقبل نباشد وتعدد وتجدد وتجزی نپذیرد
وازل وابد یک نقطۂ آں بود موسیٰ معدوم درو چگونہ موجود باشد
با او چگونہ سخن گوید۔

سوال : ایں سخن بسخن تذکیر ماند وطالبان حقایق را از چنیں سخن
شفار دل حاصل نباید لابد صحبتی بباید کہ دست آویز دل گردد،

جواب : گوییم کہ ہرچہ از راہ مکاشفات قلبی ومشاہدات سری
ومعانیات روحی معلوم گردد اقامت حجت برآں جز اہل ذوق را
متعذر باشد ولیکن حالتی از احوال سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حکایت
کنم تا طالب منصف را تمسکی باشد وآں اینست کہ درقصۂ معراج
فرمودہ است : رایت یونس فی بطن الحوت، یعنی یونس را در شکم
ماہی دیدم ودر صحاح آمدہ است ہم در قصۂ معراج کہ فرمود : رایت
عبد الرحمٰن بن عوف یدخل الجنۃ حبوًا، یعنی عبد الرحمٰن عوف را دیدم
کہ خزاں خزاں در بہشت می شد پس او را گفتم چرا دیر آمدی ؟
گفت یا رسول اللہ ص

خیال میں مبتلا ہوگئے۔ اگر (انہوں نے) ذرا بھی اجسام کی تنگی اور اس کے زمان کی مزاحمت اور عالم اشکال کی تنگناتے سے دم بھر کے لئے رہائی پائی ہوتی اور اپنی روح میں روحانیات کے زمانوں کا مشاہدہ کیا ہوتا تو جان لیتے کہ وہ زمان جس میں ماضی و مستقبل نہیں ہوتا اور جو تعدد، تجدد اور تجزیہ کو قبول نہیں کرتا اور ازل و ابد جس کا محض ایک نقطہ ہوتا ہے اس میں معدوم موسیٰ (علیہ السلام) کس طرح موجود ہوسکتے ہیں اور ان سے کس طرح کلام کیا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ یہ باتیں تو وعظ و نصیحت میں ہوتی ہیں اور ایسی باتوں سے حقائق کے طالبوں کے دل کی تشفی نہیں ہوتی لامحالہ ایسی صحبت کی ضرورت ہے: جس سے یہ حقائق) دل میں اُتر آئیں۔

جواب:۔ ہم کہتے ہیں کہ جو حقائق قلبی مکاشفات. باطنی مشاہدات اور روحی معائنات کی راہ سے معلوم ہوتے ہیں ان پر بجز اہلِ ذوق کے حجت قائم کرنا دشوار ہے لیکن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال (مبارکہ) سے ایک حالت کو ہم بیان کرتے ہیں تاکہ منصف مزاج طالب کی تسلی ہوجائے اور وہ یہ ہے کہ معراج کے واقعہ میں آپ نے فرمایا۔ میں نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا اور صحاح میں آیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج ہی میں فرمایا میں نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ[1] کو بچوں کی طرح بہشت میں داخل ہوتے دیکھا پس میں نے ان سے دریافت کیا کہ دیر سے کیوں آئے۔ انھوں نے جواب دیا یارسول اللہ

---

[1] ابو محمد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ۳۲ھ میں وفات پائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن کئے گئے۔
دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۱۲ صہ ۱۸۲

آں سخنہا بمن رسید کہ کودکان را پیر گرداند، از آں بتو نتوانستم رسید و چناں پنداشتم کہ نیز ترا نخواہم دید، اکنوں معلوم شد کہ یونس علیہ السلام درحالتی کہ در شکم ماہی بود تا آں زماں سہ ہزار سال بود دیدن و عبدالرحمٰن عوف را درحالتی کہ بعد از پنجاہ ہزار سال خواہد بود دیدن و با او سخن گفتن جز در زمانی نتواند بود کہ ہزاراں سال گذشتہ وہزاراں سال نا آمدہ در وی یک حالت باشد تا ماجرای احوال گذشتہ و نا آمدہ نقد وقت او تواند بود، پس چوں روا باشد کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم با عبدالرحمٰن عوف سخن گوید درحالتی کہ بعد از پنجاہ ہزار سال خواہد بودن، مکالمت حقیقی نہ مجازی، و آں حالت از راہ صورت موجود نی؟ چرا روا نباشد کہ حق تعالیٰ در ازل آزال با موسیٰ علیہ السلام درحالت نبودن او بر کوہ طور سخن گوید و او را بیند و وجود او از راہ صورت دریں زماں ملکی درمیاں نہ؟ و امثال ایں از وقایع سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم بسیار است و زیرک منصف را ایں قدر کفایت باشد۔

اگر معتزلی گوید کہ: معراج سیّد صلی اللہ علیہ وسلم درخواب بودہ است نہ در بیداری، و ایں مکاشفات بدیدۂ سر بودہ است نہ بدیدۂ سر گوئیم: اولا اعتقاد اہل سنّت و جماعت آنست کہ معراج سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم در بیداری بودہ است بقالب نہ بخاطر و بریں حجتہا ست نقلی کہ ایں مختصر موضوع ذکر آں نیست و اگر نیز تسلیم کنیم کہ معراج بخواب بودہ است غرض ما از اثبات زماں روحانیات

صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایسی باتیں سنی ہیں جو بچوں کو بھی بوڑھا کر دیتی ہیں، اسی سبب سے میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا اور مجھے ایسا گمان ہوا کہ شاید آپ کی زیارت بھی نہ کرسکوں گا۔ اب معلوم ہوا کہ یونس علیہ السّلام کو شکم ماہی میں دیکھنا جبکہ اس واقعہ پر تین ہزار سال گزر چکے تھے اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھنا جس میں وہ پچاس ہزار سال بعد آئیں گے

اور ان سے گفتگو فرمانا بجز اس کے ممکن نہیں کہ وہ ایسا زمان تھا جس میں ہزار ہا گزرے ہوتے اور آنے والے سال ایک ساتھ موجود تھے اور گزشتہ و آئندہ واقعات اور حالات اس زمان میں یکجا حاضر تھے۔ پس یہ کیسے روا ہوسکتا ہے کہ سیدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ایسی حالت میں باتیں کیں جو پچاس ہزار سال بعد واقع ہو گی (مکالمت بھی حقیقی نہ کہ مجازی) وہ حالت ظاہری طور پر موجود نہ ہو، اور یہ کیوں روا نہیں ہوسکتا کہ ازل لازال میں حق تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر ایسی حالت میں جب کہ وہ (عالم ظاہر میں) پیدا نہ ہوئے تھے، ہم کلام ہوں اور انھیں دیکھیں اور ان کا وجود بصورت ظاہر اس زمانِ ملکی کے درمیان نہ ہو۔ اس طرح کی مثالیں سید عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ پاک میں بہت ہیں اور منصف مزاج صاحب عقل کو اسی قدر کافی ہے۔

اگر معتزلی کہتا ہے کہ سید عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی معراج حالتِ خواب میں تھی، بیداری میں نہیں تھی اور یہ مکاشفات چشمِ باطن کے تھے چشمِ سر کے نہیں تھے، تو ہم کہتے ہیں کہ اوّلاً اہل سنّت و جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ سید عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معراج اسی قالب کے ساتھ بیداری میں ہوئی تھی نہ کہ خواب میں اور اس پر نقلی دلائل ہیں جنھیں اس مختصر مقام پر بیان نہیں کیا جاسکتا اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ معراج خواب میں ہوئی تھی تو ہماری غرض زمانِ روحانیات کے اثبات سے

حاصل میآید چوں در خواب گذشتہ و نا آمدہ جز در زمان ارواح و روحانیات نتواند دیدن کہ گذشتہ و نا آمدہ در آں نقد وقت باشد و بداں کہ عامۂ خلق را مطالعۂ آں زمان دست دہد لیکن در خواب، و در عقب ایں در معنی آں تقریر کنیم انشاء اللہ تعالیٰ، و انبیا و اولیا را دست دہد در بیداری، لکن بخاطر مہتر و بہتر موجودات را علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات دست دادہم بہ سرّ و ہم بقالب۔

سؤال : بر اصل سخن چوں ہمہ موجودات کہ بود و ہست و خواہد بود دریں زمان کہ بیان کردی و ام الکتاب لقب نہادی موجود بود و ایں زمان در ازل بی اول موجود بود بل کہ با ازل محیط بود چناں کہ بیان کردی پس لازم آید کہ جملۂ موجودات در ازل موجود باشند و چوں ازلی باشند قدیم باشند ناچار، و ایں عین مذہب فلاسفہ و دہریانست و بر خلاف قواعد عقاید مسلمانان۔

جواب : ایں سؤال سخت واقع است و جوابش نیک غامض، اگر زیرکانہ بشنوی و نیک فہم کنی برخوری انشاء اللہ : بداں کہ در آں زمان نہ ازلست و نہ ابد نہ اولست و نہ آخر، بلکہ تہمت وجود موجودات در ازل از اتحاد و یگانگی آں زمان می خیزد کہ آنچہ ازلست بعینہ ہماں ابدست، و آنچہ اولست بعینہ ہماں آخرست پس آنچہ اول می دانی و تہمت ازلیت عالم از آں می انگیزی، جہد آں کن کہ ہماں بعینہ ابدیت بینی، و آنچہ ابدیت می پنداری ازلیت یابی، و ایں سرّ را بیان شافی تر و روشن تر بنویسیم :

حاصل ہو جاتی ہے، خواب میں بھی گزشتہ اور آئندہ کو ایسی صورت میں کہ گذشتہ اور آئندہ اس میں حال کا لمحہ بن جاتے، سوائے ارواح اور روحانیات کے زمان کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اور جان لو کہ عام لوگوں کو بھی اس زمان کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن خواب میں۔ اور آگے ہم اس معنی میں تقریر کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء کو اس کا مشاہدہ بیداری میں ہوتا ہے لیکن موجودات میں سب سے اعلیٰ و بہتر علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیاتؐ کے قلب پاک کو یہ مشاہدہ باطن اور قالب دونوں کے ساتھ حاصل ہوا۔

سوال:۔ بربنائے کلام جب تمام موجودات جو تھی، ہے، اور ہوگی، اس زمان میں جیسے تو نے بیان کیا اور ام الکتاب اس کا لقب رکھا موجود تھی اور یہ زمان ازل بے اوّل میں موجود تھا، بلکہ ازل کو احاطے میں لئے ہوتے تھا، جیسا کہ تم نے بیان کیا، تو لازم آتا ہے کہ تمام موجودات ازل میں موجود ہوں گی اور جب ازلی ہوں گی تو لازماً قدیم ہوں گی اور یہ مسلمانوں کے قواعد اور عقائد کے برخلاف عین فلاسفہ اور دہریوں کا مذہب ہے۔

جواب:۔ یہ سوال بہت اہم ہے اور اس کا جواب بھی بہت باریک ہے۔ اگر تم ہوشمندی سے سنو اور اچھی طرح سمجھو تو تمہیں نفع حاصل ہوگا انشاء اللہ۔ جان لو کہ اس زمان میں نہ ازل ہے اور نہ ابد، نہ اوّل ہے اور نہ آخر بلکہ ازل میں موجودات کے وجود کا اتہام اس زمان کے اتحاد و یگانگت سے پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ ازل ہے بعینہ وہی ابد ہے اور جو کچھ اوّل ہے بعینہ وہی آخر ہے پس جیسے تم اوّل سمجھتے ہو اور اس بنا پر عالم کی ازلیت کا اتہام لگاتے ہو اس امر کی کوشش کرو کہ اسے ہی بعینہ ابدیت بھی دیکھو اور جسے تم ابدیت گمان کرتے ہو اسے ازلیت پاؤ اور اس سر کو ہم زیادہ شافی اور زیادہ واضح بیان کے ساتھ لکھتے ہیں۔

بداں کہ ایں ام الکتاب از مضیق زمانی کہ از دوراں افلاک می خیزد بیرونست و از ازل و ابد برترست و آں چاشنی صفت عالم قدیم دارد و آنچہ درا و موجود بود وجود آں درعالم صورت و ازل وا بدلازم نیاید و مثالش آلست کہ درقصۂ معراج گفتیم کہ سیّدعالم صلی اللہ علیہ وسلم چوں از تنگنای زمان ومکان بیروں شد و از مضیق ازل وابدکہ مفہوم خلقست برترآمد عبدالرحمٰن عوف را بدید وبا او سخن گفت درحالت رفتن او دربہشت ، وآنچہ درآں زماں بدید وبگفت لازم نبودکہ دریں زماں ما موجود باشد بلکہ آں حالت در زماں ما بعد از پنجاہ ہزار سال در وجود خواہد آمد و ایں حالت سیّد را صلی اللہ علیہ وسلّم درشب معراج موجود بود وما را معدوم ، وقدم عالم از آں روی محالست کہ بزمان ما تعلق دارد و نہ از آں روی کہ بعالم پادشاہ وزمان او تعلق دارد و باللہ التوفیق ۔

بداں کہ اگر روح انسانی قوت گیرد بانواع تصفیہ و تزکیہ و تربیت بمتابعت صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم موصوف شود تواند کہ قالب را بزمان جسمانیات لطیف کند و نشانش آں بود کہ بر ورزی کار چنداں کند کہ دیگری بسالی نتواند کرد وآنچہ شنیدہ باشی درقصۂ خضر علیہ السلام کہ کوہی را از باغ دہقانی کہ بہ بندگی او مبتلاشدہ بود بیکدم از بن برکند و با زمین ہموار کرد وجملۂ خاک آں بجای دیگر نقل کرد دریں مقام بود ۔

جان لو کہ یہ ام الکتاب، اس زمان کی تنگی سے جو گردشِ افلاک سے پیدا ہوتا ہے باہر ہے اور ازل و ابد سے بَرتر ہے۔ وہ عالمِ قدیم کی صفت کا ذائقہ رکھتی ہے اور جو کچھ اس میں موجود ہے، اس کا وجود عالمِ صورت (دنیا) نیز ازل و ابد پر لازم نہیں آتا۔ اس کی مثال وہ ہے جو ہم نے واقعۂ معراج میں بیان کی ہے کہ جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم زمان و مکان کی تنگنائے سے باہر ہوئے اور ازل و ابد کی حد سے، جو خلق کا مفہوم ہے، بَرتَر ہوئے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آپ نے بہشت میں داخل ہونے کی حالت میں دیکھا اور ان سے گفتگو فرمائی اور جو کچھ آپ نے اس زمان میں دیکھا اور فرمایا لازم نہیں کہ وہ ہمارے زمان میں موجود ہو بلکہ وہ حالت ہمارے زمان میں پچاس ہزار سال کے بعد وجود میں آئے گی جب کہ یہ حالت سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے شبِ معراج میں موجود تھی اور ہمارے لئے معدوم۔ قدمِ عالم اس نسبت سے محال ہے کہ ہمارے زمان سے تعلّق رکھتا ہے نہ اس اعتبار سے کہ بادشاہ کے عالم اور اس کے زمان سے تعلّق رکھتا ہے وباللہ توفیق۔

جان لو کہ اگر روحِ انسانی تصفیہ، تزکیہ اور تربیت کی انواع کے ساتھ صاحب شریعت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے موصوف ہو کر قوّت حاصل کرے تو ممکن ہے کہ اپنے قالب کو جسمانیاتِ لطیف کے زمان میں پہنچا دے۔ اس کی علامت یہ ہوگی کہ وہ ایک دن میں اس قدر کام انجام دے گا کہ دوسرے ایک سال میں نہ کر سکیں اور تم نے خضر علیہ السلام کے قصّے میں سُنا ہوگا کہ ایک پہاڑ کو جس کی وہ عبادت کرتا تھا اس دہقان کے باغ سے ایک ہی دن میں جڑ سے کھود دیا اور زمین سے ہموار کر دیا اور اس کی تمام مٹی کو جو اس جگہ تھی دوسری جگہ منتقل کر دیا،

وہمچنیں حکایت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کہ گفت یکشب
مارا ازما بستدند و جملۂ اورا دما ازما فوت شد چوں مارا باما
دادند ہنوز موی روی ما از آب وضو تر بود، واز یاران ما کسی
ہست کہ درکم از یک ساعت صد بار ہمۂ قرآن حرف حرف و آیہ آیہ
برخواند و ایں حالت اورا بارہا افتادہ است و اگر قوت روح بکمال
رسد تواند کہ قالب را بزمانی ازمنۂ روحانیات کشد و نشانش آں باشد
کہ بیک ساعت کار صد سالہ بکند بلکہ کار ہزار سالہ تواند کرد۔

وقصۂ معراج سید صلی اللہ علیہ وسلم دریں مقام بود کہ دریک ساعت
ازشب، ہمۂ تفاصیل عالم بروی عرض کردند و نود ہزار کلمہ از حق
تعالیٰ بشنید چوں باز آمد ہنوز بسترش گرم بود و اگر ناکسی ایں را انکار
کند باری امکاں ندارد کہ مثل ایں حکایت درخواب بیند و انکار
تواند کرد، و امثال ایں درخواب بسیار است و آں ہمہ کس را ممکنست
مثلاً کسی درخواب بیند کہ بترکستان رفت و آنجا زن خواست ہزار
سال آنجا بماند و ہزار فرزندش بزاد و جز ایں کارہا کرد و ایں ہزار
سال دریک ساعت گذشتن جز دریں زمان کہ بیان کردیم نباشد
و صورت نبندد۔

و وقوع مثل ایں در بیداری ہم رواست چناں کہ درحکایت
آمدہ است کہ یکی از اصحاب شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ

اسی طرح کی ایک حکایت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ[۱] سے منسوب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو ایک شب ہمارے احساس وجود سے بے خبر کر دیا اور ہمارے تمام اوراد ہم سے فوت ہو گئے، جب ہم کو حالت صحو میں لوٹا دیا گیا تو ہماری ڈاڑھی وضو کے پانی سے تر تھی اور ہمارے احباب میں سے کوئی ہے جو ایک ساعت سے کم مدت میں سو بار قرآن کو حرف بہ حرف اور آیت بہ آیت تلاوت کرے، جب کہ ان پر یہ حالت بار ہا گزری ہے۔ اگر قوت روح درجہ کمال تک پہنچ جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ قالب کو روحانیات کے زمانوں میں سے کسی زمان تک پہنچا دے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ایک ساعت میں کار صد سالہ بلکہ ہزار سالہ انجام دے سکتا ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ اسی مقام سے متعلق تھا کہ آپؐ پر رات کی ایک ساعت میں تمام تفصیل پیش کی گئیں اور نوے ہزار کلمات آپ نے حق تعالیٰ سے سُنے، جب واپس آئے تو آپ کا بستر مبارک ابھی گرم تھا۔ اگر کوئی بے فہم اس کا انکار کرتا ہے تو کیا اس کا امکان نہیں ہے کہ اس طرح کا قصہ وہ خود خواب میں دیکھے اور پھر بھی انکار کرے۔ خواب میں اس طرح کی مثالیں بہت ہیں اور تمام لوگوں کے لئے ممکن ہیں مثلاً کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ترکستان گیا، اس نے وہاں نکاح کیا۔ ہزار سال وہاں رہا اور ہزار فرزند وہاں پیدا ہوئے اور اس کے علاوہ بھی کام انجام دیئے (حالانکہ نیند چند گھڑی کی تھی) تو ان ہزار برسوں کا گزرنا سوائے اس زمان کے جو ہم نے بیان کیا ہے واقع نہیں ہو سکتا۔ بیداری میں بھی اس طرح وقوع میں آنا روا ہے کہ حکایت میں آیا ہے کہ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ[۲]

۱؎ ابوالحسن علی بن جعفر خرقانی م متوفی ۴۲۵ھ سرچشمہ تصوف در ایران ص ۲۰۳

۲؎ ابوالقاسم جنید بن محمد نہاوندی بغدادی متوفی ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ ایضاً ص ۱۹۵

بکنار دجله رفت تا غسل کند، جامه بیرون کرد و درمیان آب رفت چون سر فرو برد ہم دردم بہ ہندوستان شد و آنجا زن خواست و فرزندش آمد و سالہای بسیار آنجا بماند پس خود را دیگر بارہ درمیان آب دید در دجله، وجامۂ خود دید ہم آنجا نہادہ، جامہ در پوشید و بہ خانقاہ رفت اصحاب را دید کہ ہماں نماز را وضوی ساختند و روا باشد کہ ایں واقعہ قلبی باشد نہ قالبی و نیز تواند بود کہ بقالب باشد کہ پادشاہ عالم جل جلالہ برہمہ چیزی قادرست۔

وآنچہ در کلمات بزرگان شنیدہٴ کہ یک نفس روندگان ہزار سال عامہ بیش ارزد ایں فضیلت ازروی عزت فہم کردہٴ ایں خود ہست لیکن حقیقت آں بود کہ چوں روندہٴ بدیں مقام رسد در یک نفس ہزار سالہ بلکہ صد ہزار سالہ طاعت تواند کرد ایں ہمہ ممکن باشد ولیکن ہرگز نتواند بود کہ ہیچ آفریدہٴ بزمان حق تعالیٰ رسد یا بداں مطلع شود و ام الکتاب ایں زمانست، ہرچہ ماجرای ازل و ابد ست در وموجود است و مرقوم، لوح محفوظ نسخۂ چیزی اندکست ازو و اسرافیل علیہ السلام برلوح محفوظ مطلع است، اما برام الکتاب ہیچکس را اطلاع نیست جز حق تعالیٰ، وآنچہ در لوحست محو و اثبات پزیرد: يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ [1] اشارہ بدانست اما آنچہ دریں زمانست کہ ام الکتابست تغییر و تبدیل بدو راہ نیابد مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ [2] اشارت بدانست حق تعالیٰ دریں زمان نیست اما مطلع است برایں زمان، وایں زمان را

۱۔ سورۂ ۱۳ آیۂ ۳۹ ۲۔ سورۂ ۵۰ آیۂ ۲۹

کے اصحاب میں سے ایک شخص دجلہ کے ساحل پر گیا تاکہ غسل کرے۔ اس نے کپڑے اتارے، اور پانی میں غوطہ لگایا، جب پانی سے سر باہر نکالا تو اس وقت ہندوستان میں تھا۔ وہاں نکاح کیا' اور اس کے ہاں فرزند پیدا ہوا۔ بہت برسوں وہاں رہا۔ پھر خود کو دوسری بار دجلہ کے پانی میں دیکھا۔ اپنے کپڑے دیکھے جو وہیں پڑے ہوئے تھے۔ کپڑے پہن کر خانقاہ میں گیا۔ ساتھیوں کو دیکھا کہ اسی طرح نماز کے لئے وضو کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ قلبی ہو اور قالبی نہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قالب کے ساتھ ہو کہ پادشاہِ عالم جلّ جلالہٗ ہر بات پر قادر ہے۔

یہ جو تم نے بزرگوں کے ملفوظات میں سنا ہوگا کہ سالکین کا ایک نفس عام ہزار سال سے بیش قیمت ہے اور تم نے یہ فضیلت بہ اعتبار اس کی بیش قیمتی کے خیال کی ہے۔ یہ بھی درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے، ایک نفس میں ہزار سالہ بلکہ صد ہزار سالہ عبادت کر سکتا ہے۔ یہ تمام باتیں ممکن ہیں لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی مخلوق حق تعالیٰ کے زمان تک پہنچ سکے یا اس کی حقیقت پر مطّلع ہو سکے۔ "ام الکتاب" یہی زمان ہے، جو کچھ ازل و ابد کا قصہ ہے اس میں موجود و مرقوم ہے۔ لوحِ محفوظ اس سے کم تر درجہ کی ایک کتاب ہے۔ اسرافیل علیہ السلام لوحِ محفوظ پر مطّلع ہیں۔ لیکن کوئی ہستی سوائے حق تعالیٰ کے ام الکتاب پر مطّلع نہیں ہے اور لوحِ محفوظ میں جو کچھ ہے وہ مٹتا اور قائم ہوتا ہے یمحو اللہ مایشاء و یثبت (خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں) اسی جانب اشارہ ہے۔ اس زمان میں ام الکتاب ہے۔ اس میں تغیر اور تبدیلی کا گزر نہیں۔ مایبدل القول لدی (ہمارے ہاں (وہ) بات (وعید مذکور کی) نہیں بدلی جاوے گی) اسی جانب اشارہ ہے۔ حق تعالیٰ اس زمان میں نہیں ہیں لیکن اس زمان پر مطّلع ہیں اور اس زمان کو اس کی

زمان اللہ گویند از راہ تخصیص وتشریف ،چناں کہ بیت اللہ وناقۃ اللہ وروح اللہ وغیر آں ،چوں نیک فہم کنی بدانی چناں کہ شک وشبہ را درو مجال نماند کہ حق تعالیٰ ازلی وابدلیست ودایم وباقی ، وکلام او قدیم وازلی وابدلیست ، وسخن او یکیست کہ تعدد نپذیرد واز ازل بی اوّل تا ابد بی آخر بداں یک سخن متکلم است بی انقطاع ، وبدانی کہ جملۂ مکونات بیک امر کن فیکون ایجاد کردہ است وآں کن فیکون بازل وابد محیطست چناں کہ یک طرفۃ العین ازو دور نیست وازو بیروں نیست وبدانی کہ حق تعالیٰ بیک قدرت نامتعدد قادرست برہمۂ مقدورات وبیک علم نامتعدد عالمست برہمۂ معلومات ، وبیک نظر نامتعدد ہمۂ منظورات را از ازل تا ابد می بیند وبیک شنوای نامتعدد ہمۂ مسموعات را می شنود وبیک ارادت نامتعدد ہمۂ مرادات می خواہد وبدانی کہ اولیت او نہ از تقدم زمانست بل کہ تقدم زمان از اولیت اوست وآخریت او نہ از تاخر زمانست بلکہ تاخر زمان از آخریت اوست اولیت وآخریت دوصفت قدیم اوست وتناقص وتنافی را بصفات او راہ نیست ہم ازآں روی کہ اولست آخرست وہم ازآں روی کہ آخرست اولست ، در ازل آخرست وزمان آخریت ناآمدہ ودر ابد اولست وزمان اولیت ناگذشتہ ۔

آری جانا آنچہ گفتہ آمد از اسرار زماں ومکاں قطرہ ایست از دریای بی کران او ، لبسی اسرار عزیز کہ ناگفتہ بماند وبسا در شاہوار

خصوصیت اور شرف کے سبب زمان اللہ کہتے ہیں جیسے کہ بیت اللہ، ناقۃ اللہ اور روح اللہ وغیرہ۔ جب تم غور کرو گے تو سمجھ جاؤ گے اور اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے گی کہ حق تعالیٰ ازلی و ابدی ہیں اور دایم و باقی ہیں۔ ان کا کلام بھی ازلی و ابدی ہے اور ان کا کلام ایک ہے جو تعدد پذیر نہیں ہے۔ وہ ازلِ بے اوّل سے ابدِ بے آخر تک بغیر انقطاع اس ایک کلام کے ساتھ متکلّم ہیں اور تم یہ بھی جان جاؤ گے کہ حق تعالیٰ نے تمام کائنات اور اس میں موجود اشیاء کو ایک امر کن فیکون سے ایجاد کیا ہے اور وہ کن فیکون اُزل و ابد کو محیط ہے، اس طرح کہ ایک چشم زدن کے لئے بھی اس سے دور نہیں ہے اور نہ اس سے باہر ہے اور تمہیں یہ علم بھی حاصل ہوگا کہ حق تعالیٰ ایک نامتعدد قدرت کے ساتھ تمام مقدورات پر قادر ہیں۔ ایک نامتعدد علم کے ساتھ تمام معلومات کے عالم ہیں۔ ایک نامتعدد نظر سے ازل سے ابد تک تمام منظورات کو دیکھتے ہیں۔ ایک نامتعدد سماعت کے ساتھ تمام مسموعات کو سنتے ہیں اور ایک ارادۂ نامتعدد سے تمام مرادات کو چاہتے ہیں۔ اور جانو گے کہ ان کی اوّلیت زمان کے تقدّم سے نہیں ہے بلکہ زمان کا تقدّم ان کی اوّلیت سے ہے اور ان کی آخریت زمان کے تاخر سے نہیں ہے بلکہ زمان کا تاخر ان کی آخریت سے ہے (درحقیقت) اوّلیت اور آخریت حق تعالیٰ کی دو قدیم صفتیں ہیں اور ان کی صفات میں تخالف و تضاد کا گزر نہیں ہے اس اعتبار سے کہ وہ اوّل ہے آخر بھی ہے اور اس اعتبار سے وہ آخر ہے اوّل بھی ہے۔ ازل میں آخر (مندرج) ہے اور جو زمان آخریت ہے وہ دراصل ناآمدہ حقیقت ہے اور (اسی طرح) ابد میں اوّل (مندرج) ہے اور اولیت کا زمان (درحقیقت) ناگزشتہ ہے۔

ہاں اے جان جو کچھ بیان کیا گیا ہے زمان و مکان کے بیکراں دریائے اسرار سے ایک قطرہ ہے بہت سے گراں قدر اسرار ہیں جو بے کہے رہ گئے ہیں اور بہت سے دُرِ ناہموار ہیں جو

که درقعر این بحر نا سفته بماند، بسبب تنگ حوصلگی وبی حاصلی تو
نهان می دارم و درگفت آوردن نمی یارم، از آنکه فهم نکنی بیت:

دارم سخن و یاد نمی یارم کرد
فریاد که فریاد نمی یارم کرد

اے جوانمرد می دان که این بیان که نوشته آمد کلید گنج معرفتست
که بدست تو دادم بل که درخزانهٔ اسرار بکریست که بر تو گشادم،
شکر حق تعالی بگزار که اسراری که هزاران هزار سالست تا در حجاب
عزت محتجب بود در روزگار تو بصحرا افتاد و درهای گران مایه که
اند هزار سالست تا در قعر بحر غیرتست در بازار روزگار تو بمن یزید
عرض فرستادند، برخواں و بداں، واگرنه باری نه بجحود و انکار کفران
این نعمت روا آمد، و آں کس که حمال بار این امانتست و منبع
این اسرار و مطلع این انوار، اگر خاک پای او نباشی باری خاک
جفا بر روی او مپاش، رونده گانرا نفس گریز نیست ولیکن از
رنجاننده چاره نیست که حمال تجلی جز جمال ازلی نه بیند، ایشان را
رنجاننده کم نباید، بکوش تا آں رنجاننده تو نباشی چه هر که در راه
رونده خاری نهد او را فدای آں رونده گردانند رونده بتحمل
ی سوی علیین میرود و موذی را بسبب اذیت سوی سجین می کشند۔
ای جوانمرد اگر تو کلمهٔ ندانی شنود بسبب تنگ حوصلگی علم تو
... و چوں تو برآں انکار کنی

اس بحر کی گہرائی میں ہیں اور بغیر پروتے ہوئے رہ گئے ہیں انھیں تمہاری بے حوصلگی اور بے بضاعتی کے سبب نہاں رکھتا ہوں اور اس وجہ سے کہ تم سمجھ نہ سکو گے، انھیں ظاہر کرنے کا یارا نہیں پاتا۔ بیت :۔

اے دوست کہنے کو بہت کچھ ہے مگر کہہ نہیں سکتا، اے دوست شکوہ اس کا ہے کہ شکوہ بھی نہیں کر سکتا۔

اے صاحب ہمت جان لو کہ یہ بیان جو صورت تحریر میں آیا ہے درحقیقت خزانۂ معرفت کی کلید ہے جو میں نے تمہارے سپرد کر دی ہے بلکہ خزانۂ اسرار کی دوشیزہ ہے (رازِ نہاں ہے) جسے میں نے تم پر ظاہر کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ جو راز ہزار ہا ہزار سال سے اب تک پردۂ عزت میں چھپا ہوا تھا، تمہارے زمانے میں عام ہو گیا، اور وہ گراں مایہ موتی جو ہزار ہا سال سے بحرِ غیرت کی تہ میں پڑے ہوتے تھے تمہارے زمانے میں میرے واسطے سے بھیجے گئے۔ (انھیں اچھی طرح) پڑھو اور سمجھو۔ اور اگر یہ نعمت بے جا ضد انکار اور کفران کے سبب تمھیں پسند نہیں، اور اس شخص پر جو اس امانت کے بار کا حامل۔ ان رازہائے سربستہ کا منبع اور ان اسرار کا مطلع ہے۔ اگر تم اس کی خاکِ پا نہ بن سکو تو خدارا اس کے چہرے پر خاکِ جفا نہ ڈالو۔ سالکین کے لئے تو مجالِ گریز نہیں ہے مگر تکلیف پہنچانے والوں کا بھی کوئی علاج نہیں ہے کہ حاملِ تجلّی کے لئے مشاہدۂ جمال ہی کافی کرب انگیز ہے ایسے لوگوں کو تکلیف دینے والوں کی کمی نہیں۔ کوشش کرو کہ تم ایذا پہنچانے والے نہ بنو جو کوئی سالک کی راہ میں کانٹے بچھاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو سالک کا فدیہ کر دیتے ہیں۔ سالک تو تکلیف پر صبر کرنے کے سبب علّیّین کی جانب بڑھتا ہے اور تکلیف پہنچانے والے کو تکلیف پہنچانے کے سبب جہنّم کی طرف گھسیٹ لے جاتے ہیں۔

اے صاحب ہمت اگر تم ایسی بات سنو جو تم نہیں جانتے اور جس کا سبب خود تمہارے علم کی تنگ حوصلگی ہوتی ہے۔ جب تم ایسی بات کا انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ حقیقت

وگوئی این خود نیست پس مجال علم تنگ گشت و بارگی هنر لنگ شد گمان کمال برخود مبر و خود را وقف کن و در طلب زیادتی قدمی می نه و دمی می زن : لتعلم کم خبایا فی الزوایا و پیوسته این خبر عزیز خود میخوان که سیّد عالم صلی الله علیه وسلم فرمود : ان من العلم کهیئة المکنون لا یعلمه الا العلماء بالله فاذا نطقوا به لم ینکر علیهم الا اهل العزة بالله ، یعنی در جملهٔ علمی که بآدمیان آمده است علمی هست که از افهام عوام پوشیده است نتوانند در آن شروع کردن الا دانایان بخدای تعالی ، ای دوست اگر علم همین است که از استادان گیرند پس علم امیر المؤمنین علی کرم الله وجهه که از خود چنین خبر میدهد : لو شئت لاوقرت سبعین بعیراً من تفسیر فاتحة الکتاب ؛ از که گرفت ؟ وآنکه سهل عبدالله رحمه الله میگوید : لکل آیة من القران سبعون الف فهم و ما بقی من فهمها اکثر ، از که توان گرفت ؛ وآنچه پادشاه عالم جل جلاله میفرماید : قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي ۱ الایه ، برچه حمل توان کرد ؟ واگر علم اینست همهٔ مدعیان علم را درین شریک باید بود ، وآنچه عبدالله عباس می گوید :

۱- سورهٔ ۱۸ آیهٔ ۱۰۹

ایسی نہیں تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) علم کا دائرہ تنگ ہوگیا اور ہنر کی رسائی میں لنگ آگیا۔ خود پر کمال کا گمان نہ کرو بلکہ خود کو (کسب کمال کے لئے) وقف کر دو اور زیادہ طلب کے لئے قدم اٹھاؤ اور حوصلہ کرو، تم سمجھ لو کہ زاویوں میں پوشیدہ باتیں ہوتی ہیں۔ اور اس حدیث کو متواتر پڑھو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک علم میں سے ایک علم ہے جو لوگوں کی سمجھ سے پوشیدہ ہے اسے علماء باللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پس جب وہ تم سے مخاطب ہوں تو ان پر نکیر نہ کرو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اہل عزت اللہ کے ساتھ ہیں۔ اے دوست اگر علم یہی ہے جو استادوں سے حاصل کیا جاتا ہے تو امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہ نے یہ علم کس سے سیکھا جس کی بابت اپنے بارے میں خبر دیتے ہیں " اگر میں چاہتا تو بے شک سورۃ فاتحہ کی تفسیر (اتنی مفصل) لکھتا کہ ستر اونٹ پر لادی نہ جا سکتی۔ اور سہل عبداللہ[1] رحمۃ اللہ کہتے ہیں " قرآن کی ایک آیت کے ستر ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ مطالب ہیں اور پھر بھی اکثر مضامین نافہمیدہ رہ جائیں۔ انھوں نے یہ علم کس سے حاصل کیا اور پادشاہ عالم جل جلالہ جو ارشاد فرماتے ہیں۔ قل لو کان البحر مدادًا لکلمات ربی" الآیہ (آپ (ان سے) کہدیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر کا پانی) روشنائی (کی جگہ) ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے (اور باتیں احاطے میں نہ آویں) اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرا سمندر (اس کی) مدد کے لئے ہم لے آویں) تو اس پر کس طرح عمل کیا جا سکتا ہے اور اگر علم یہی ہے تو تمام مدعیان علم کو اس میں شریک ہونا چاہئے اور عبداللہ ابن عباس[2] کہتے ہیں

---

[1] ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری ساکن مکہ معظمہ متوفی ۲۸۳ھ۔ سرچشمہ تصوف در ایران ص ۱۹۵

دونی کرت ما اعلم من تفسیر هذه الایة لرجمتمونی' وفی
روایه : لعلتم انه کافر، لیعنی قوله تعالی : الله الذی خلق
سَبْعَ سمٰوٰتٍ [1] الایة چرا صحابه وتابعین با او شریک نبودند
درآن ؟ وآن علم عزیز وآن سرّ مکنون ومخزون که از غایت دوری
وغموض بنزدیک افهام صحابه وتابعین کفری نمود ازکه آموخته ؟

ای جوانمرد انصاف نمیدہی، آخر اسرار صمدیت درمسایل سلم
ورہن وشفعه واجارت چگونه محصور گشت ؟ ودانستن آن بر اہل
آن ازچه سبب روا نیست ؟ وچگونه مقصور شد ؟ ای عجب علم
نحو بیک ہفته بتوان آموخت نحویان را مسلّم میداری، اطبا را معنی
میدانی بلکه علم کفشگری وجولاہگی از کفشگر وجولاہه مسلّم میداری علم
راه خدای روندگان گرم رو راکه گام بر آرزو وکام خویش نهند
ودر ترک تمتع وقمع عوارض بشریت کوشند وباقصی الغایت برسند

۱-سوره ۶۵ آیة ۱۲

اگر اس آیت کی تفسیر جو میں نے سمجھی ہے بیان کروں تو تم مجھ کو سنگسار کر دو گے اور دوسری روایت میں ہے تم مجھے کافر سمجھو گے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت الآیہ (اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی (اور) ان سب میں (اللہ تعالیٰ کے) احکام نازل ہوتے رہتے ہیں (اور یہ اس لئے بتلایا گیا ہے) کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے اور اللہ ہر شئے کو (اپنے) احاطہ علمی میں لئے ہوتے ہے) اس علم میں ان کے ساتھ صحابہ اور تابعین کیوں شریک نہ تھے اور وہ علم عزیز وہ مخفی اور پوشیدہ راز جو انتہائی دوری اور باریکی کی وجہ سے صحابہ اور تابعین کی سمجھ میں کفر محسوس ہوتا تھا (عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کس سے سیکھا تھا۔

اے جواں مرد تم انصاف نہیں کرتے کہ آخر سلم[1]۔ رہن[2]۔ شفعہ[3]۔ اجارت[4] کے مسائل میں صمدیت کے اسرار کو کس طرح محصور کیا جا سکتا ہے، اور اس شخص پر ان اسرار کا جاننا جو اس کا اہل ہے کس وجہ سے روا نہیں۔ عجیب بات ہے کہ علم نحو جو ایک ہفتے میں حاصل کیا جا سکتا ہے تم نحویوں کو متند قرار دیتے ہو، اطبا کو معتبر جانتے ہو بلکہ جوتے بنانے اور کپڑے بننے کا علم کفش گر اور جولاہے سے مخصوص کرتے ہو، راہِ خدا کے گرم رو سالکین جو اپنی خواہش اور مقصد سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ جو دنیاوی فائدے اور بشری عوارض کے عیب ترک کرنے کی کوشش میں ہیں۔ جو زمان و مکان میں ہر چیز کی انتہا تک رسائی حاصل کرتے ہیں

---

[1] قیمت پہلے ادا کرنا۔ [2] گرد رکھنا۔ [3] ہمسایہ کی ملک خریدنا۔
[4] مزدوری پر دینا

و در طلب قرب حضرت عزت روزگار جوانی و کامرانی در بازند تا
در لطایف قبول و اقبال حضرت عزت پرورده شوند و عبارت از
روزگار ایشان این سزد بیت :

بستہ از جد و جہد و عشق و طلب
بگریبان روز دامن شب

چرا مسلم نداری ؛ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمگنا نرا راہ روشن کرامت
کناد و اعتقاد پاک ہمہ را از خطا و خطر و خلل و زلل محروس و محفوظ
و مصوّن دارد ، انہ قریب مجیب ، و صلّی اللہ علی محمد و علی آلہ و اصحابہ ۔

اور حضرتِ عزّت کے قرب کی طلب میں جوانی اور کامرانی کا زمانہ لٹا دیتے ہیں تاکہ حضرت عزّت کی قبولیت اور اقبال کی مہربانیوں میں پرورش پائیں جن کی حالت پر یہ عبارت صادق آتی ہو۔ بیت :۔

عشق و طلب (الٰہی) کی جد و جہد میں وہ ایسے کمربستہ ہیں کہ ان کے دن کا گریبان رات کے دامن سے بندھا ہوا ہے مراد یہ کہ شب و روز اسی لگن میں ہیں

ان حضرات کے علم کو کیوں مُسلّم نہیں سمجھتے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ ہم سب کو اُن ہی کی طرح راہِ روشن اور اعتقاد پاک عطا فرمائیں ، اور سب کو خطا و خطر، خرابی اور پستی سے محفوظ اور مصئون رکھیں بے شک وہی قریب ہیں اور قبول کرنے والے ہیں۔ وصلی اللہ علیٰ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ

تلخیص غایۃ الامکان

از حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی ۷۲۵ھ)

اقتباس از سیر الاولیاء مصنفہ سید محمد بن مبارک علوی کرمانی
المعروف بہ میر خورد کرمانیؒ المتوفی ۷۷۰ھ (ص ۵۷۷ تا ص ۵۸۲)

حضرت سلطان المشائخ می فرمود قدس اللہ سرہ العزیز ہر روزے بعضے بقعہ از بعضے

نکتہ در بیان فضیلت مکان بر مکان و زمان بر زمان و حقیقت زمان و مکان

بزبانِ حال باز پرسیدند کہ امروز بر تو ذاکرے دیا ہیچ عم ناکے گذشتہ اگر گوید گذشتہ، آں بقعہ کہ برد گذشتہ باشد شرف کند برآں بقعہ کہ برو نگزشتہ باشد۔ و مناسب ایں معنی ایں بیت بخطّ حضرت سلطان المشائخ نبشتہ دیدہ ام

آسماں سر بہ نہد پیشِ زمینے کہ برو
یک دو کس بہر خدا یک نفسے بنشینند

ہم چنیں زماں از زمانِ دیگر اختصاص کند۔ چناں کہ روزِ عید کہ از جملہ روز ہا مخصوص است بسیارے و عام را۔ ہم چنیں مکانے ہم باشد کہ درو راحتے تواں یافت کہ در مکانِ دیگر نباشد۔ فاما درویش چناں باشد کہ از زمان و مکان بیروں آمدہ باشد، نہ از ہیچ شادی شاداں گردد

نہ از ہیچ غمے غمگیں گردد ، و آں کسے باشد کہ از ملکِ دنیا گزشتہ باشد
و می فرمود ، درآنچہ حضرت شیخ شیوخ العالم شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ
درحجاز می رفت ، درتہِ درختے فرود آمد و سر برہنہ کرد۔ پرسیدند کہ
حکمت چیست ۔ فرمود کہ بزرگے درتہِ ایں درخت نشستہ بود ،
نظر او درخت افتاد ، سر برہنہ کردہ نشستہ ۔ وگفت شاید از نظرِ آں
بزرگ مرا نصیب باشد عرض می دارد کاتب حروف روزے جملہ یاران حضرت
سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز درشہر بہ دعوت رفتند۔ چوں باز
گشتند میاں باغ ساعتے زیر درخت سایہ دار بنشستند۔ دراثنائے
آں ایشاں را ذوقے پیدا شد۔ درسماع و رقص شدند ، بسطے و فرحتے حاصل
گشت ہمچناں بخدمت حضرت سلطان المشائخ رسیدند و ایں معنی عرض
داشتند ۔ فرمود کہ وقتے صاحبدلے درسایہ آں درخت نشستہ باشد ایں ہمہ
تاثیر آنست و مناسب ایں بیتے است کہ برزبان گہربار حضرت
سلطان المشائخ گزشتہ است ایں است

ویجنی کل ارض سترکونہا
کانہم فی بقاع الارض امطار

یعنی و میوہ می دہد ہر زمینے پوشیدگی بودن آں زمیں گویا کہ
ایشاں درمکان ہائے زمین باران ہاستند یعنی درایشاں ۔ وبخط مبارک حضرت
سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ لعزیز ، دیدہ ام ۔ الحمد للہ الذی
لا انہ لمکانہ ولاحین لزمانہ ۔ جمیع ثنا وصفت وحمد ثابت است
مر اللہ را کہ نیست اللہ را مکانے وزمانے ۔ قال اللہ تعالیٰ واذا سالک
عبادی عنی فانی قریب [illegible]

ولکن لاتبصرون ۔ یعنی گفتہ است اللہ تعالیٰ وقتیکہ سوال کنند ترا اے محمدؐ ، بندہ ہائے من از جلئے بودنِ من ، پس بدرستی کہ من نزدیک ترم بایشاں، ومن نزدیک ترم بسوئے آں بندہ، از شہ رگِ آں بندہ، ومن نزدیک ترم بسوئے آں بندہ از شمایاں ولیکن نمی بینید شما ۔ ہرچہ وہم بداں رسد وعقل آں را صورت کند وخیال آں رابگیرد وفہم آں را دریابد ۔ ذات وصفات او ازاں منزّہ است ۔ و باایں ہمہ از رگِ جانِ تو نزدیک تر است واو از بینائی ودانائی چشمِ تو بتو نزدیک تر، و از شنوائی گوشِ تو بتو نزدیک تر از گویائی و دانائی الیٰ آخرہ ۔ وقربِ حقیقی قربِ حق تعالیٰ است، زیراچہ قربِ صفتِ اوست وصفتِ او جُز حقیقت نباشد ۔ قربِ حقیقی آں باشد کہ ہیچ حال درو لعد نباشد ۔ قال اللہ تعالیٰ وھو معکم اینما کنتم ونحن اقرب الیہ من حبل الورید مایکون من نجوی ثلثۃ ایہ معلوم یعنی حق تعالیٰ با شماست ہرجا کہ باشید شما ومن نزدیک ترم بسوئے آں بندہ از شہ رگ ۔ نیست از صاحبِ راز مگر حق تعالیٰ است ۔ ظاہر آنست کہ حق تعالیٰ باہم دراں موجودات موجود است ، امّا معیت او نہ چوں معیت اجسام است بہ اجسام و نہ معیت او چوں معیت جوہر است باجوہر، ونہ چوں معیت عرض است باعرض ۔ معیت روح باجسم معیت حق است باکل کائنات نہ خارجِ قالب است و نہ داخل ، و نہ متصل، و نہ منفصل عوارض بہ اجسام جائے نیست و باایں ہمہ ہیچ ذرّہ قالب از و خالی نیست من عرفہ نفسہٗ ہمیں معنی دارد ۔ قالب در مکان او در مکانے کہ لائق اوست ۔ فامّا اخبار قال علیہ السلام، قال اللہ تعالیٰ وعزّ

جلالی و وحدانیتی وحاجۃ خلقی الی وعلم عرشی وارتفاع مکانی انی استحی من عبدی و امتی اشیبان فی الاسلام ثم اعذبہما ۔ وعلی وثوبان از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کردند ۔ قال موسیٰ علیہ السلام یا رب اقریب انت فاناجیک ام بعید فاناریک فانی احس حسن صوتک ولااریک این انت فقال اللہ تبارک وتعالیٰ خلفک و امامک و عن یمینک وعن شمالک انا جلیس عبدی حین یذکر وانا معہٗ اذا دعانی ۔ مکان برسہ قسم است ۔ اوّل مکان جسمانیات ، و دوم مکان روحانیات سیوم مکان اللہ تعالیٰ ۔ اول برسہ قسم است ایں است ۔ مقام جسمانیات کثیف زمین است ومزاحمت مضایقت درو ظاہر است تایکے فراتر نشود و دیگرے بیشتر نشود وبجلئے او نہ نشیند ۔ قرب وبعد درو معلوم ، ایں نزدیک است وا و دور ۔ دریں مکان از جلئے بجائے شدن ممکن نبود الّا بہ تفتید ۔ دوم مکان جسمانیات لطیف ، مکان باد است ۔ دریں ہم مزاحمت است ۔ دلیل آں کہ ، بادے کہ درخانہ است تاآنکہ از منفذے بیروں نشود ، بادے دیگر نتواند آمد ۔ اگر درخانہ است فہم نشود انبار آں ۔ ہرچہ درآں مکان بماہے تواں رفت ، دریں مکاں بہ ساعتے ۔ آواز ہا ہم چنیں فرض کند ۔ امّا مکان جسمانیات الطف مکان انوار صورے است ۔ آفتاب و ماہتاب ، حال بہ مشرق ومغرب نرسند ، دریں حال نور بہ مغرب برسد امّا چوں بہ مکان بودے جز مدّتے بہ مغرب نہ رسیدے کہ نور مکاں دیگر ندارد و جز مکان باد درخانہ برود بلے آں کہ بیروں رود نور شمع از خانہ ۔ پس معلوم شد کہ نور

آتش حرارت وخاصیت آں احتراق داشتہ ۔ آب ضد آتست و اجتماع ضدین محال ۔ پس بداں کہ دریں مکاں در آب گرم آتش ہست پس آتش را مکانے است در آں غیر مکان آب و الا اجتماع ضدین یا شد چوں آں دانستی ، بداں کہ دریں مکاں مزاحمت ومضایقہ نیست ۔ دلیل آں کہ اگر شمعے را در خانہ در آری ، نور او در ہمہ دیوار خانہ برسد۔ و اگرچند شمع دیگر در آری ، نور او ہم در یک مکان جمع نشود بلے آں کہ نور شمع اول بیروں رود ۔ قسم دوم مکان روحانیات ہرچند ایشاں مکان شاں لطیف تر۔ روحانیات سہ قسم اند۔ روحانیات ادنیٰ چناں کہ ملائکہ زمین ودوزخ و دریاہا وکوہہا۔ روحانیات اوسط چناں کہ ملائکہ آسمانہا دریں ہر دو روحانیات سرانگشتے ازمکان خود بیشتر نشوند، وما منا الّالہٗ مقام معلوم ، یعنی ونیئست از ما ہیچ یکے مگر کہ اورا جائے است معیّن ۔ امّا روحانیات اعلیٰ کہ مقربان حضرت اند وایشاں را را لطائف بے حد است ۔ اگر خواہند بر ملائکہ ادنیٰ بگزرند کس ایشاں را نہ بیند از غایت لطافت از دیوار ہم چناں در آیند کہ از درودر سنگ صخرہ در روند۔ و در اہلیت ایشاں نوعے است از بعد وایشاں را حاجت است ۔ امّا روح انسانی از ہمہ لطیف تر است حاجت نیست ۔ زیرا کہ متصل خارج است نہ داخل و نہ ساکن است و نہ متحرک۔ در لحظہ از عرش تا ثریٰ برسد و آں کہ اگر روح بہ مبالغت بدولت ریاضت قوت گیرد تواند کہ قالب کثیف را بگزارد ۔ وبجسمانیات لطیف رساند کہ یک ساعت دو ملہے راہ برود۔ واگر قوتش بیشتر باشد بہ مکان جسمانیات الطف برسد۔ وانو اگر در آب رود تر نشود زیرا کہ او در مکان آتش

می رود، آنجا آب نیست، و بیک نفس او به مشرق و مغرب برود، و لے
هنوز از آبگینهٔ جسمانیات نگزشته. و اگر مکان روحانیات برسد در آتش
نسوزد، زیرا چه در مکان روحانیات آتش نیست و آں که دوزخ نسوزد،
ایں معنی است هم چناں اندیشه تو میان آتش برود و بروں آید ۔

لقد اسمعت او نادیت حیًا
و لکن لا حیاۃ لمن انادی
بنار لو نفخت لها اضاءت
و لکن کنت ینفخ فی الرماد

زماں بر سہ نوع است ۔ زماں جسمانیات و زماں روحانیات و
زماں حق تعالٰی ۔ اول بر دو قسم است زماں جسمانیات که از حرکات افلاک
خیزد ۔ چنانچه دی و امروز و فردا، دریں زماں ماضی و حال و مستقبل است
در زماں مضائقه نمی باشد و اجتماع هر سه محال ۔ دوم جسمانیات لطیف
و ایں زماں بزماں آنچه کار جسمانیات کثیف است به هزار سال ایشاں
را بیک نفس باشد و دریں زماں مضایقه نیست ۔ و ماضی آں جز ازل نیست
و مستقبل ایں جز ابد نه ۔ دریں هزار سال گزشته با هزار سال آینده
برابر است چناں که شب و روز ۔ فرمود رائیت یونس ببطن الحوت چند هزار
سال بود فرمود رائیت عبدالرحمٰن یدخل الجنّة و ایں بعد هزار سال خواهد
بود ۔ به زمانے رسیده بود که هزار سال آینده یک حالت او بود ۔ بدانکه
روح انسانی را هزار قالب به زماں جسمانیات کند تا روزے چند آں کار
تواں کرد دیگر بسالے خضر گیاہے را از باغ بکند ۔ ایں معنی بود ۔ گفت
یک شب مارا از ما بستند و جمله او را دریا برفت ، چوں باز آمدیم

هنوز موئے روئے ما از آب وضو تر بود و از یاران ما کسے نیست کہ بیک نفس صدبار فراتر حرف ایں آیت برخواند یکے اصحاب جنید در دجلہ در رفت، درے پیدا شد ازاں طرف شدہ بہ ہندوستان رفت، آنجا زن کرد و فرزنداں زاد و سالہا بماندہ پس خود در آب در آمدہ چوں سر برآورد، جامۂ خود را دید کنارہ نہادہ۔

اقتباس

از فصل الخطاب لوصل الاحباب الفارق بین الخطا والصواب
تصنیف خواجہ محمد پارسا متوفی ۸۶۵ھ
نسخہ خطی خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی پاکستان
من کلام بعض العرفا الصنارحمہم فی تحقیق لمکان والزمان
فی معرفتہ المکان

بداں کہ یک قسم مکان جسمانیات است و یک قسم مکان روحانیات، وجسمانیات یا کثیف است یا لطیف یا الطف۔ مکان جسمانیات کثیف زمین است و مزاحمت و مضایقت او ظاہر است۔ تا یکے فراتر نشود دیگے بجائے او نتواند نشست۔ و بعد و قرب در و معلوم است نیشاپور مثلاً نزدیک تر است و بغداد دور تر۔ دریں مکان از جائے بجائے شدن، بنقل اقدام و قطع مسافت بود۔ اما مکان جسمانیات لطیف مکان باد است۔ دریں مکان نیز مزاحمت است۔ یا بادے کہ درخانہ باشد از منفذے بیروں نشود یا بادے دیگر دراں نتواند آمد۔ لیکن ہر مسافتے کہ بہ مدّت دراز در مکان جسمانیات کثیف تواند رفت بہ مدّتے کوتاہ در مکان جسمانیات لطیف تواند رفت۔ مرغ چوں دریں مکاں می پرد بہ ساعتے چنداں رود کہ بہ مدتے دراز بر زمین نتواند رفت و ایں مکان جسمانیات لطیف را ہم بعد مسافت ہست

جناں کہ اگر درمکان بادخواہند تامرغ ازمشرق بہ مغرب رود مدّتے باید
کہ امّا مکان جسمانیات الطف، مکان انوارصورتے است، چوں نورآفتاب
وماہتاب وستارگاں وآتش وما نندآں ۔ وہرچہ درمکاں جسمانیات لطیف
دوراست درمکاں جسمانیات الطف نزدیک است ۔ وبرہاں ایں آنست
کہ چوں آفتاب سرازمشرق برزند ہم درحال نور او بہ مغرب رسد بے درنگ۔
ونور آتش وغیرآں ہمیں حکم دارد تا بداںجا کہ منقطع شود ۔ برہانِ دیگر بریں
آنست کہ چوں شمع درخانۂ بری کہ پُرباداست، نورشمع درخانہ منتشر
شود بے آنکہ بادرا بیروں باید شد۔ پس بدانستم کہ نور را درمیان بادمکانِ
دیگراست، لطیف ترازمکانِ باد کہ ہرگز باد دراں مکاں نتواند رفت
بہ سبب کثافت ونہ نیز نور درمکاں باد تواند رفت بسبب لطافت،
برتقدیرخلو مکان باد ۔ ولیکن ازغایت قرب ایں درمکان بیکدیگر
ازیک دیگر تمیز نتواں کرد ۔ وبازشناختن ایں جز بہ براہین عقلی ومکاشفات
قلبی ومشاہدات سرّی ومعانیات روحی صورت نہ بندد۔ ومثال دیگر
بہ فہم نزدیک تر آنست کہ بگوییم آتش ضد آب است بہ طبیعت وجمع
شدن آب وآتش دریک مکان اجتماع ضدین است۔ وایں اجتماع
واقع نیست ۔ چوں ایں دانستی کہ درآبِ سوزاں آتش موجوداست و
آں آتش است کہ دست می سوزد نہ آب ۔ آتش را درمیان آب
مکانے دیگراست جزمکانِ آب ۔ ودرمکانِ آب آتش نیست و
درمکانِ آتش آب نیست ازبہرآنکہ آب وآتش دریک مکاں جمع
نشوند تااجتماع ضدّین لازم نیاید ۔ امّا ایں درمکان بہ یک دیگرلغایت

آب دست بے آتش، یا ایں آتش است بے آب۔ از غایت قرب ایں دو مکان بیک دیگر از یک دیگر تمیز نتواں کرد۔ و نہ متصل تواں گفت و نہ منفصل۔ و چوں ایں مکانِ جسمانیات الطف معلوم کردی بداں کہ دریں مکاں مضایقت و مزاحمت نیست. بخلاف مکان جسمانیات کثیف و لطیف چناں کہ گذشت و برہان ایں است کہ اگر یک شمع در خانہ داری نور آں شمع بہ ہمہ زوایائے خانہ و پہلوئے خانہ برسد و اگر صد شمع دیگر داری انوارِ ہمہ در یک مکان جمع شود بے آنکہ شمع اول را بیروں باید برد۔ و بداں کہ ایں مکاں را نیز بعد است و مسافت، از برائے آں کہ نور آفتاب از حجب کثیف در نتواند گزشت۔ و چوں بعد مضرط شود منقطع گردد۔ امّا امکنہ روحانیات، انواعِ آں بسیار است ہرچند روح لطیف تر مکان او لطیف تر۔ و حاصل او بہ چہار نوع بازگردد۔ اول ملائکہ کہ موکل اند بریں زمیں و زمین ہائے دیگر کہ فرود زمین است و فرشتگاں کہ بر دریاہا و کوہ ہا و صحراہا موکل اند از بہر ترتیب و انتظام عالم سفلی۔ و روشِ ایشاں در صعود تا آسمانِ اول بیش نیست از آنجا البتہ درنگزرند اگرچہ قدرت گزشتن دارند۔ ولیکن از راہِ ترتیب ایشاں را بداشتہ اند۔ ہرگز یک سر انگشت بیروں نشوند۔ وما منا الا لہ مقام معلوم۔ و درجات و مقامات ایشاں تفاوت بسیار است۔ ولیکن ہمہ را در درجۂ اول شمردہ شد تا سخن دراز نشود۔ درجۂ دوم ملائکہ آسمانہا اند و اہل ہر آسمانے بر ہماں باشند و ہم چنیں حملہ عرش و حافین حول العرش کہ فرود عرش اند و تفاوت مقاماتِ ایشاں را نیز نہایت نیست۔ و امّا روحانیات اعلیٰ کہ در درجۂ سیوم اند مقربان حضرت ربوبیت اند۔ و از راہ تفاوت صفت مراتب

ایشاں را نیز نہایت نیست و مقاماتِ ایشاں در عوالم غیبی است وایشاں
قوی لطیف اند ولطافت ایشاں تا بحدے است کہ اگر خواہند کہ خویشتن را
از مکان ملائکہ کہ فرود ایشانند باز پوشند کہ ہیچگونہ ایشاں را نتوانند دید،
از فرط لطافت درآیند از دیوار ہمچناں کہ از در۔ وامکنہ ایشاں ہم نوعے
است از بعد۔ از بہر آں کہ ایشاں را بہ حرکت حاجت است۔ اگرچہ بیک
چشم زدن بہ مقصد رسند، امّا حاجت بہ حرکت منافی کمال ایشاں است
درجۂ چہارم درجہ ارواح است۔ و درجات ارواح ہم متفاوت است
بحسب تفاوت ارواح در لطافت روح انسانی راست واین روح
بہ غایت لطیف است۔ و ہیچ مخلوق بہ لطافت بدرجہ او نہ رسد و
ہیچ ذرّہ از عرش تا تحت الثریٰ از و دور نیست داورا بہ حرکت ہیچ حاجت
نیست ہر کجا بجوئی بیابی۔ واو نہ متصل است و نہ منفصل ، و نہ داخل
و نہ خارج ، و نہ متحرک ، و نہ ساکن۔ داین ہمہ بہ براہین عقلی معلوم است
و براہین عقلی کسے را ابکار آید کہ مکاشفات قلبی ، ومشاہدات سرّی ۔
ومعانیات روحی ندارد۔ چوں آفتاب معرفت طالع گشت بہ چراغ عقل
حاجت نیفتد۔ روح انسانی چوں بہ کمال رسد، قالب را بہ مکان روحانیات
کشد۔ درآتش شوند ونسوزند۔ و در دوزخ درآیند از بہر راستی وعدہ
وان منکم الا واردھا وبیروں آیند۔ واز دیوار درآیند چناں کہ از در
وخود را از چشم ہر کس خواہند بپوشند۔ واین ہمہ ممکن است وہست وخواہد
بود۔ امّا ممکن نیست وصورت نہ بندد۔ ورو انباشد کہ حق سبحانہ تعالیٰ در
چیزے ازیں امکنہ جسمانیات وامکنہ روحانیات کہ یاد کردیم فرود آید یا
بداں بپیوندد یا برابر آں باشد۔ و ہیچ مخلوقے بہ علو مکانت او در درجہ

قدسیت او جل جلا وعلا برسد - ہوسبحانہ مقدس عن کل مالایلیق بجلالہ من النقایص الکونیہ مطلقا ومن جمیع مالبعد کما بالغسبتہ الی غیرہ من الموجودات مجردۃ کانت او غیرہ مجردۃ وہوسبحانہ تعالی وکمالاتہ الذاتیت اعلیٰ کل کمال یدرکہ عقل اوفہم اوخیال - ذات مقدس بے چونش از نسبت زمان ومکان بری ومتعالی است وصفات پاکش از شائبہ تشبیہ و تمثیل عاری وخالی است -

ذات او نزد عارف و عالم
برتر از ما وکیف از ہل و لم
پاک از انہا کہ غافلاں گفتند
پاک تر از انچہ عاقلاں گفتند

وآں چہ درحدیث وارد است بروایت انس رض، یقول اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی ووحدانیتی وفاقۃ خلقی الیٰ واستوائی علی العرش وارتفاع مکانی انی استحی من عبدی وامتی یتشیبان فی الاسلام ان اعذبہما وآں چہ درحدیث دیگر وارد است من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ وعظمتی و جلالی وارتفاع مکانی لایدخل الجنۃ احد وقلبہ مظلم وغیر آں احادیث کہ عبارت ارتفاع مکانی درآنجا آمدہ است آں مکانے بے مکانیست وآں ارتفاع اشارت است بہ علو ذاتی ورفعت مکانت وتقدس ذات اشارۃ بہ آں رفعت است قال اللہ تعالیٰ رفیع الدرجات ذوالعرش الآیتہ - مثال معیت روح باجسد مثال معیت حق است سبحانہ باکل کائنات - من عرف نفسہ فقد عرف ربہ - بروح از اعراض واجسام چوں دخول وخروج

سبحانہ ۔ و فی کلام بعض العرفاء ایضاً رحمہم اللہ ۔ قالب آدمی مرکب است
از چہار عنصر متضاد خاک[1] و باد[2] و آب[3] و آتش[4] ۔ و این ہر چہار در قالب
بحقیقت جمع اند ۔ مکان خاک در قالب ظاہر است و عیاں ۔ و در خاک
آب را مکانے دیگر است لطیف و لائق لطافت آب ۔ و درین آب باد
را مکانے دیگر است لطیف تر از مکان آب ۔ و درین باد آتش را مکانے
دیگر است لطیف تر از مکان باد ۔ و روح با ہمہ ذرہا د قالب بحقیقت موجود
است بے حلول ۔ در مکان حلول و انتقال از عوارض اجسام است و
ہیچ چیز از عوارض اجسام بروح جائز نیست ۔ پس ہم چنیں می داں کہ ذات
مقدس رب العالمین جل ذکرہ ولا الہ غیرک با ہمہ ذرہا آفرینش بحقیقت
موجود است بے حلول و اتصال و انفصال و بے مماسبت و بے محاذات
با ہمہ بے ہمہ از ہمہ دور و بہمہ نزدیک نہ متصل و دور نہ منفصل ۔ زہے
نزدیکی و دوری ۔ زہے حاضری و غائبی بندہ ۔ زہے جمال باکمال و
تابینائی بندہ ۔ زہے ناگزاراں در میان دل و جاں زہے حاصل دل و دل
از وبے حاصل ۔ در حدیث الٰہی است ۔ لم یسعنی ارضی ولا سمائی وسیعنی قلب
عبد المومن انا جلیس من ذکرنی وانا معہ اذا دعانی ۔ و عن ابو ہریرہؓ انہ
قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عز وجل انا مع عبدی اذا ذکرنی
وتحرکت بی شفتاہ اخرجہ فی الشرح السنۃ باسنادہ عن الاوزاعی باسنادہ
عن ابی ہریرہؓ الحدیث و فی کلام بعض العرفاء ایضاً رحمہم اللہ فی قولہ سبحانہ الرحمٰن
علی العرش استوی ۔ بادشاہاں صورت را حرم خاص باشد و بارگاہ عام کہ نواختگاں
را خلعت آنجا بخشند و مجرماں را سیاست آنجا کنند و ترتیب نظام مملکت
در بارگاہ عام بود ۔ و در حرم بادشاہی جز خاصاں را بار نبود ۔ عرش مجید

بارگاہ عام است ہر بادشاہ بادشاہاں راجل ذکرہ ولفظ استویٰ اشارت
است بہ دوام ظہور بے احتجاب ۔آفتاب ہمارہ طالع است در نیم روز
دغیر نیم روز ولیکن ومحتاجاں بہرہ از نور او در وقت استوا رنوامیر
بگیرند۔ استوارامثال بیش ازیں نتواں گفت وللہ المثل الاعلیٰ وررار
ایں جز ذوق ومشاہدہ نیست ۔ ودرحرم خاص جز انبیا و اولیا را بار
نیست ۔ حلہ حقیقت آنجا پوشانید ۔ بادشاہ عالم جل ذکرہ غیور است
اسرار صمدیت باہیچ جاحد ومعاند درمیاں نہ نہد ۔ وچوں بادشاہ عالم
تعالیٰ وتعظم بہ بندہ خیرے خواہد اورا بخود آشنا وتقرب خودش بینا
گرداند۔ وتہاک مالاعین رات ولااذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر
واللہ سبحانہ الموفق ۔ فی کلام لبعض کبراء العارفین رحمہم اللہ مائم الارسم
فمائم الاجسم ولکن الاجسام مختلف النظام فمنہا الارداح اللطائف
ومنہا الاشباح الکثائف ومن لایقالہ مکان لایقیدہ زمان احیل اساس
امرک کلہ علی الایمان والتقوی حتے یتبین لک الامر وایاک ان تنذع
فان اشبہ ما نظر الابصور البراہین وفی کلام لبعض العرفاء ایضا رحمہم اللہ فی
معرفتہ الزمان ومعرفت معنی قولہ سبحانہ انما امرہ اذا اراد شیا ان یقول کن
فیکون الآیاتہ ۔ زماں نیز زمان جسمانیات است یازمان روحانیات ۔
نوع اول کہ زمان جسمانیات است دو مرتبہ دارد ۔ اول زمان جسمانیات
کثیف است وایں زماں از حرکات افلاک خیزد ۔ چناں کہ پار و امسال
ودی وامروز وفردا ودرازی وکوتاہی ایں زمان روشن است ۔ سال
دراز است وماہ کوتاہ بہ نسبت پارسال ۔ ودریں زماں ماضی وحال و
استقبال بود ۔ دریں زماں مضایقت ومزاحمت باشد ۔ بادی نہ رفت

امروز نیابد و تا امروز نه رود فردا نیابد و مرتبه دوم زمان جسمانیات لطیف است و آں زمان جنیان است۔ و ہرچه در زمان جسمانیات کثیف دراز است دریں زمان کوتاه است۔ و ہرکه دریں زمان کارکند بروزے چنداں کارکند که بماہے یا سالے در زمان جسمانیات کثیف نتواں کرد۔ چناں که شنوده از سرعت کار جن و شیاطین و نیز فرزندان جنیان بسیار است و کوتاه آں دراز۔ و ایں زمان را نیز ماضی و حال استقبال است۔ دی و فردائے ایشاں پار و امسال آدمیان است۔ و ایں معنی به طریق قریب است نه به طریق تحدید و بریں حجت نتواں آورد۔ امّا ارباب بصائر را دریں شکے نه باشد۔ و امّا نوع دوم زمان روحانیات و ارواح است۔ و ایں را نیز اقسام بسیار است۔ ہرچه در زمان جنیان دراز است و بسیار، در زمان ملائکه کوتاه است و اندک۔ ہزار سال دریں زمان یک نفس باشد و ہرکه دریں زمان کارکند ہزار ساله کار بیک نفس کند۔ و دریں زمان مضایقت و مزاحمت نیست۔ ہزار سال گذشته با ہزار سال آئنده دریں زمان جمع نتواند شد۔ و ایں زمان به ازل و ابد محیط نیست و نتواند بود، ازبہرآں که ایں زمان متناہی است و متناہی به نه متناہی محیط نه شود۔ و ایں زمان ملائکه است و بریں اقتصار افتاد، تا ترا نمودار بود۔ و بدانی که جناب مقدس جل ذکره که وجوب وجود او از سمت بدایت و منقصت نہایت منزّه است۔ و ذات بے چون است از نسبت زمان و مکان متعالی است که مضیق زمان که از دوران افلاک خیزد۔ خبردہنده و مقدس است سید عالم صلی اللہ و علی آله و اصحابه وسلم در شب معراج از تنگنائے زمان و مکان بیروں شد۔ و از مضیق ازل و ابد که مفہوم

خلق است برتر آمد، عبدالرحمٰن بن عوف را رضی اللہ عنہ دید و با او
سخن گفت و درحال رفتن او در بہشت. حقیقی نہ مجازی درحالتے کہ
ایں حالت از راہ صورت بعد از پنجاہ ہزار تواند بود در قصہ معراج
فرمودی ۔ ایں عبدالرحمٰن بن عوف یدخل الجنتہ حبواً پس فرمود اورا
گفتم چرا دیر آمدی ۔گفت یا رسول اللہ آں سختی ہا کہ بروئے من آمد کودکاں
را پیر گرداند ازاں سختی ہا چناں پنداشتم کہ پیشِ ترا ہرگز نہ بینم
الحدیث۔حق سبحانہ بہ یک قدرت بر ہمہ مقدورات نامتناہی قادر است
بہ نسبت قدرت او سبحانہ ازل و ابدکم از طرفتہ العین بنماید منزہ است
از ماضی و مستقبل وگذشتن و آمدن و تعدد و تجدد و ایں چاشنی عالم
قدم است ۔ اہل بدعت چوں از اسرار انوار الٰہی محجوب ماندند منکر
قدم قرآن شدند و گفتند ۔ و انگاہ موسیٰ علیہ السلام نبود کوہ طور نبود
خداوند عزوجل با او چوں می فرمود کہ فاخلع نعلیک انک بالوادِ
المقدس طوی ۔ اگر از مضیق زماں ہیچ گزشتہ بودندے و از تنگنائے
عالم صورت بیک نفس باز رستہ بودندے و بہ ازمنہ روحانیات
ہرگز ایشاں را سفرے وگزرے شبہ و خیالے بہ ایں کسے کہ راہ ایماں
برایشاں نزدے ۔ و بداں کہ اگر روح انسانی قوت گیرد و بہ انواع تصفیہ
و تزکیہ در متابعت صاحب شریعت صلوات اللہ و سلامہ علیہ موصوف
شود تواند کہ بزودی قالب کثیف را بہ زمان جسمانیات لطیف کند و
بروزے چنداں کار کند کہ دیگرے بسالے نتواند ۔ در قصہ حضرت صلواۃ
اللہ و سلامہ علیٰ نبینا منقولست کہ دراں صورت بندگی در یک روز آں
پارہ کوہ را برکند و نک اورا زمین راست و ہموار گردانید و خاک آن

رابجائے دیگر بردد۔ ایں قصہ در اواخر نوادر الاصول بطولہا منقولست و
از شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ منقولست کہ فرمود یک شب ما از
ماستاندند جملہ او را دِما بر ما برفت وچوں ما را بما باز دادند، روے ما از
آب وضو ہنوز تر بود وصاحب ایں مقالات وحالات میگوید کہ از
یاران ما کسے ہست کہ درکم از یک ساعت صد بار ہمہ قرآن را ختم کردہ
است۔ حرف حرف وآیتہ آیتہ خواندہ وایں حالت اورا افتادہ۔ و
اگر روح بہ کمال برسد تواند کہ قالب را بہ زمان روحانیاں کشد و
در یک ساعت کارصد ہزار سالہ بکند۔ وقصہ معراج سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم
دریں مقام بود کہ در یک ساعت از تفاصیل ملکت یکان یکاں بروے عرض فرمودند
و نود ہزار کلمہ از حق شنود وچوں باز آمد لبستر ہنوز گرم بود۔ منقولست کہ یکے از
اصحاب جنید قدس اللہ روحہ بہ کنارہ دجلہ رفت تا غسل کند۔ وجامہ بیروں کردو
درمیانِ آب شد وہم در دم بہ ہندوستان رفت وآنجا متاہل شد وفرزندش
درو جود آمد وسالہا بسیار آنجا بماند۔ پس دیگر بار خود را درمیان آب دید
در دجلہ وجامہ خود ہم آنجا کہ نہادہ بود یافت وپوشید وبخانقاہ رفت و
اصحاب را دید کہ ہماں نماز را وضوی کردند۔ وچوں روندہ بایں مقام
رسد در یک ... ہزار سالہ طاعت تواند کرد۔ وازیں جا بزرگانِ طریقت
قدس اللہ ارواحہم فرمودند یک نفس ہزار سالہ عامہ ارزد وآنچہ گفتہ آمد از
اسرار زمان ومکاں قطرہ ایست ازاں دریائے بیکراں وبسیار درشاہوار در
قعر بحر بماند۔ کم من خبایا فی الزوایا۔ وبدانکہ حق تعالیٰ تقدس ازلی وابدیست
وسخن او سبحانہ یکے است کہ تعدّد وتجدّد نہ پذیرد واو از ازل بے اول وتا
ابد بے آخر بہ آں سخن متکلم است بے انقطاع۔ وجملہ مکنونات را بیک کلمہ کن

کتابیات

۱۔ احوال و آثار عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ بن محمد المیانجی الہمدانی ڈاکٹر رحیم فرمنش طہران سنہ ۱۳۳۸ ش

۲۔ الاعلام جلد ۱ - ۲ خیرالدین زرکلی مصر سنہ ۱۹۲۷ء

۳۔ المذاہب الاسلامیہ ابوزہرہ مصری ترجمہ غلام احمد حریری لاہور سنہ ۱۹۷۰ء

۴۔ تاریخ نظم و نثر در ایران سعید نفیسی طہران سنہ ۱۳۴۶ ش م

۵۔ تکمیل الاذہان شاہ رفیع الدین دہلوی گوجرانوالہ سنہ [illegible]

۶۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۴ - ۸ - ۱۲ لاہور

۷۔ رسالہ قشیریہ ابوالقاسم قشیری ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن اسلام آباد سنہ [illegible]

۸۔ سرچشمہ تصوف در ایران سعید نفیسی طہران سنہ ۱۳۴۳ ش

۹۔ سیر الاولیاء میر خورد کرمانی لاہور سنہ ۱۹۷۸ء

۱۰۔ سیر الصحابہ جلد ہفتم شاہ معین الدین ندوی اعظم گڑھ سنہ ۱۹۳۳ء

۱۱۔ شد الازار ابوالقاسم معین الدین جنید شیرازی طہران سنہ ۱۳۲۹ ش

۱۲۔ غایۃ الامکان فی درایۃ المکان عین القضاۃ ہمدانی شائع کردہ ڈاکٹر رحیم فرمنش طہران سنہ ۱۳۳۹ ش

۱۳۔ غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان شائع کردہ نذیر صابری اٹک کیمبل پور سنہ ۱۹۰۸ء

۱۴۔ فوائد الفواد حسن علا سجزی لاہور سنہ ۱۹۶۶ء

۱۵۔ کشف المحجوب علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش لاہور سنہ ۱۹۶۸ء

۱۶۔ لوائح عین القضاۃ ہمدانی طہران سنہ ۱۳۳۷

۱۷۔ معجم المؤلفین جلد ششم و سیزدہم عمر رضا کحالہ دمشق سنہ ۱۹۶۱ء

۱۸۔ نفحات الانس من حضرات القدس عبدالرحمٰن جامی لکھنؤ سنہ ۱۹۱۵ء طہران سنہ ۱۳۳۶ ش

۱۹۔ وفیات الاعیان جلد ہفتم ابن خلکان بیروت سنہ ۱۹۶۹ء

۲۰۔ یزدان شناخت عین القضاۃ ہمدانی طہران سنہ ۱۳۲۷ ش

مولف کا تعارف

نام : ———— لطیف اللہ

تعلیم : ———— ایم اے (اردو)

مشغلہ : ———— تدریس، شعبہ اردو
گورنمنٹ کالج ناظم آباد کراچی

زیرِ طبع تصانیف : ———— غالب شخصیت و کردار،
اُردو کی صوفیانہ شاعری۔